محمد ایوب قادری

[وصیت نامۂ شاہ ولی اللہ]

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا نام قطب الدین احمد اور تاریخی نام عظیم الدین [1] ہے مگر ولی اللہ کے نام سے مشہور ومعروف ہوئے۔ (4 شوال 1114ھ۔ 1703ء) کو اپنی ننہال قصبہ پھلت ضلع مظفر نگر میں پیدا ہوئے۔ حسب رواج پانچ سال کی عمر میں تعلیم کا آغاز ہوا اور ساتویں سال میں قرآن شریف ختم ہوا اور فارسی تعلیم شروع ہوئی یہاں تک کہ دس سال کی عمر میں ''فوائد ضیائیہ'' (شرح ملا جامی) پڑھ لی اور مطالعہ کتب کی استعداد پیدا ہوگئی۔ چودہ سال کی عمر میں شادی ہوئی۔ پندرہ سال کی عمر میں اپنے والد ماجد شاہ عبدالرحیم سے بیعت ہوئے اور اشغال مشائخ نقش بندیہ کی تعلیم حاصل کی۔ اسی سال ''تفسیر بیضاوی'' کا ایک جزو پڑھ کر تعلیم سے فراغت حاصل کر لی۔ شاہ عبدالرحیم نے اس موقع پر بطور اظہار خوشنودی ایک عام ضیافت کا انتظام کیا اور شاہ ولی اللہ کو درس کی اجازت دی۔

شاہ ولی نے مندرجہ ذیل کتابیں سبقاً سبقاً پڑھیں:

حدیث: مشکوٰۃ (باستثناء، از کتاب البیوع تا کتاب الآداب)، صحیح بخاری، (تا کتاب الطہارت)، شمائل ترمذی (کامل)

تفسیر: تفسیر بیضاوی (یک جزو) تفسیر مدارک (یک جزو)

فقہ واصول فقہ: شرح وقایہ (کامل) ہدایہ (کامل) حسامی (کافی حصہ) توضیح وتلویح (کافی حصہ)

منطق وکلام: (شرح شمسیہ (کامل)، شرح مطالع الانوار (جزوی) شرح عقائد معہ حاشیہ خیالی وشرح مواقف (یک جزو)

سلوک وتصوف: عوارف المعارف ورسائل نقش بندیہ۔

علم الحقائق: شرح رباعیات جامی، لوائح، مقدمہ شرح لمعات، مقدمہ نقد النصوص۔

طب: موجز القانون۔

فلسفہ: شرح ہدایت الحکمۃ

نحو: کافیہ وشرح کافیہ (از ملا جامیؒ)

علم معانی: مطول مختصر المعانی۔

ہندسہ وحساب: ان فنون میں بھی رسالے پڑھے۔ شاہ خود لکھتے ہیں: (2)

''دریں میاں سخنان بلند در ہر فن بخاطر می رسید ندواز کوشش زیادہ تر کشاد کا بنظر می آید۔''

شاہ ولی اللہ کی عمر کا سترہواں سال تھا کہ ان کے والد شاہ عبدالرحیم نے (12 صفر 1131ھ۔1718ء) کو انتقال فرمایا۔ اس کے بعد کم وبیش بارہ سال تک شاہ صاحب نے مسند درس کو زینت بخشی۔ (1143ھ۔1731ء) کے اخیر میں حج وزیارت سے مشرف ہوئے۔ ایک سال حجاز مقدس میں مقیم رہے اور (رجب 1145ھ۔1732ء) میں بخیریت تمام وطن واپس ہوئے۔ (3)

شاہ صاحب ایک مرتبہ تمام کتب متداولہ اپنے والد سے پڑھ چکے تھے جن میں معقولات کا سلسلہ بواسطہ میر زاہد ہروی محقق دوانی تک پہنچتا ہے۔ اس کے بعد شاہ صاحب نے نے محمد افضل محدث سیالکوٹی سے کتب حدیث کی سند لی جن کا سلسلہ صرف دو ایک واسطوں سے حضرت مجدد الف ثانی (ف 1034ھ۔1624ء) تک پہنچتا ہے۔ تیسری مرتبہ مشائخ حرمین شریفین خصوصاً شیخ ابوطاہر مدنی سے استفاضہ واستفادہ فرمایا۔

شاہ ولی اللہ نے حج وزیارت سے واپس آکر دہلی میں تدریس وتبلیغ اور اصلاح وتذکیر کے فرائض انجام دیئے اور کم وبیش تہائی صدی تک شاہ صاحب کا یہ کام جاری رہا۔ (29 محرم 1176ھ۔1762ء) کو شاہ صاحب کا انتقال ہوا اور دہلی میں مہندیوں کے قبرستان میں دفن ہوئے۔ چار صاحبزادے شاہ عبدالعزیز (ف 1239ھ 1824ء) شاہ رفیع الدین (ف 1233ھ۔1817ء) شاہ عبدالقادر (ف 1230ھ۔1814ء) اور شاہ عبدالغنی (والد شاہ محمد اسماعیل شہید) یادگار چھوڑے جنہوں نے اسلام اور ملت اسلامیہ کی گراں قدر خدمات انجام دیں۔ (4)

شاہ ولی اللہ کے زمانے میں سیاسی ابتری وانتشار کمال کو پہنچا ہوا تھا۔ مغلیہ حکومت کے تناور درخت کی جڑیں کھوکھلی ہو رہی تھی۔ تخت نشینی کے لئے آئے دن کشت وخون کا بازار گرم رہتا تھا۔ صوبے دار مرکز سے باغی ہو رہے تھے۔ امراء ورؤساء آپس میں برسر پیکار تھے۔

شاہ ولی اللہ نے دہلی میں مندرجہ ذیل دس بادشاہوں کا دور حکومت دیکھا:

(1) اورنگزیب عالمگیر۔ 11 ذی قعدہ 1068ھ تا 28 ذی قعد 1118ھ

(2) شاہ عالم بہادر شاہ اول عزہ۔ ذی الحجہ 1118ھ تا 21 محرم 1124ھ

(3) معزالدین جہاں دار شاہ۔ 1124ھ تا 8 محرم 1125ھ۔ قتل کیا گیا۔

(4) فرخ سیر۔ 1125ھ تا 8 ربیع الثانی 1131ھ۔ قید ہوا۔

(5) رفیع الدرجات۔ 9 ربیع الثانی 1131ھ تا 20 رجب 1131ھ۔ تین ماہ 11 دن بادشاہ رہا۔

(6) رفیع الدولہ۔ 20 رجب 1131ھ تا 17 ذی قعدہ 1131ھ۔ تین ماہ 28 دن بادشاہ رہا۔

(7) محمد شاہ۔ 1131ھ تا 29 ربیع الثانی 1161ھ

(8) احمد شاہ۔ 2 جمادی الاول 1161ھ تا 28 شوال 1167ھ۔ اندھا کر کے قید کیا گیا

(9) عالمگیر ثانی۔ 3 شعبان 1167ھ تا 8 ربیع الثانی 1173ھ۔ قتل کیا گیا

(10) شاہ عالم ثانی۔ 14 جمادی الاول 1173ھ تا 7 رمضان 1221ھ

اورنگ زیب عالمگیر کے انتقال کے وقت شاہ ولی اللہ کی عمر کم وبیش چار سال کی تھی اور شاہ صاحب نے شاہ عالم ثانی کا دور بھی ڈھائی سال ہی دیکھا۔ اس وقت شاہ عالم پورب میں بھٹکتا پھر رہا تھا اور دہلی کا تخت بادشاہ سے خالی تھا۔ بقیہ آٹھ بادشاہوں میں سے چار بادشاہ قتل کئے گئے اور دو بادشاہوں کی حکومت صرف تین تین ماہ رہی۔ تخت نشینی کے لئے جو جنگیں ہوئیں ان میں بھی کم وبیش دس بارہ تخت کے دعویدار قتل ہوئے۔ ان میں سے بعض نے بادشاہت کا اعلان بھی کیا تھا۔ دراصل یہ مغلیہ حکومت کی جاں کنی کا عالم تھا۔

امراء ورؤساء سازشوں اور عیش کوشیوں میں مبتلا تھے۔ اس پر ان کی چیرہ دستیاں اور سفاکیاں مستزاد تھیں۔ سید برادران حسین علی اور عبداللہ خان سیاہ وسپید کے مالک بنے ہوئے تھے۔ بادشاہ دہلی ان کے اشارہ چشم وابرو کا منتظر رہتا تھا۔ امراء کے آپس میں نفاق نے مرہٹوں، سکھوں اور جاٹوں کو سر اٹھانے بلکہ حکومتیں قائم کرنے کے مواقع بہم پہنچائے۔ صوبیدار خودسر ہوگئے۔ بنگال وبہار پر علی وردی خان نے قبضہ کیا۔ اودھ پر برہان الملک اور صفدر جنگ نے ہاتھ صاف کیا۔ روہیل کھنڈ اور دوآبے میں روہیلے اور بنگش ہاتھ پیر مارنے لگے۔ دکن میں نظام الملک نے مسند حکومت آراستہ کی۔ غرضیکہ دلی کی مرکزی حکومت کمزور سے کمزور تر ہوتی چلی گئی۔ اس پر غیر ملکی حملوں نے رہی سہی ساکھ کو بھی ختم کر دیا۔

نادر شاہ کے حملے نے دہلی کی حکومت کے تابوت میں آخری کیل ٹھونک دی۔ بقیہ کسر احمد شاہ ابدالی نے پوری کر دی۔ اس نے نو مرتبہ حملے اور دہلی کو تاراج کر دیا۔ درانیوں نے دہلی کو جس بری طرح غارت کیا اس پر میر تقی میر (ف 1810ء) کس طرح خون کے آنسو روتے ہیں ملاحظہ ہو۔[5]

''راہم بر ویرانہ تازہ شہر افتاد، بر ہر قدمے گریستم وعبرت گرفتم وچوں بیشتر رفتم، حیراں تر شدم، مکانہا را نشناختم، دیارے نیافتم، از عمارت آثار ندیدم، از ساکنان خبر نشنیدم۔

از ہر کہ سخن کردم، گفتند کہ این جا نیست　　از ہر کہ نشاں جستم، گفتند کہ پیدا نیست

خانہا نشستہ، دیوارہا شکستہ، خانقاہ بے صوفی، خرابات بے مست خرابہ بود..... بازارہا کجا کہ بگویم، طفلان تہ بازار کجا، حسن کو کہ بپرسم، یاران زرد رخسار کو[6] جوانان رعنا رفتند، پیران پارسا گزشتند، محلہا خراب، کوچہا نایاب، وحشت ہویدا انس ناپیدا۔''

اس کے علاوہ سات سمندر پار کے فرنگی جنوب ومشرق سے قبضہ کرتے چلے آرہے ہیں۔ پلاسی کی فیصلہ کن جنگ شاہ ولی اللہؒ کی زندگی ہی میں ہوئی تھی۔ شاہ صاحب کے دور میں یہ سیاسی حالت تھی۔

سیاسی حالات دوسرے مختلف شعبہ ہائے زندگی پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ سیاسی کمزوری کے نتیجہ میں اقتصادی، معاشرتی اور مذہبی حالات بھی بد سے بدتر تھے۔ عوام بدحال اور پریشان تھے۔ تجارت وصنعت کا جنازہ نکل چکا تھا۔ اس زمانے کے شعراء کے شہر آشوب سیاسی واقتصادی بدحالی کا صحیح نقشہ پیش کرتے ہیں۔

ان سیاسی بگڑے ہوئے حالات میں بھی ایران وماوراء النہر سے آئے ہوئے نو وارد نظام حکومت میں منسلک ہو جاتے تھے اور خوب لوٹ مچاتے تھے۔ ان کو برصغیر کے عوام سے کیا دلچسپی ہو سکتی تھی وہ اپنے عہدوں، وزارت، امارات اور

قبضہ واقتدار کے لئے آئے دن توڑ جوڑ سازشیں اور جنگ کے نقشے جماتے رہتے تھے۔ برہان الملک، صفدر جنگ، عماد الملک، نجف خان نیز دوسرے امراء کے سیاہ کارنامے اس پر دال ہیں۔ یہ سب ایران وتوران کے آئے ہوئے لوگ تھے۔ برصغیر کی سیاسی ابتری کے نتیجے میں امارت ووزارت کے عہدوں پر فائز ہوئے۔ ان کے اقتدار کے ساتھ ہی ان کے اعزاد احباب اور شعوب وقبائل نے برصغیر ہندو پاکستان میں آکر سکونت اختیار کی۔ دوسرے صنعت کار اور صاحبان علم وفضل بھی وارد ہوئے۔ ان کے عقائد وافکار سے عوام وخواص سب ہی متاثر ہوئے تھے۔ ان کے علوم وفنون اور معاشرت وتمدن کی تقلید کی جاتی تھی۔ علمائے فرنگی محل نے علوم عقلیہ سے اعتناء کیا اور ان ہی علوم کی متداول کتب پر شروح وحواشی کا کام سرانجام دیا۔ ہر طرف ''زواہد ثلاثہ'' کی صدا اور صدائے بازگشت سنائی دیتی ہے۔

حکومت ودربار میں ایران وماوراء النہر کے اکابر چھائے ہوئے تھے۔ اس لئے اسی طرز فکر، معاشرت، لباس، آداب وطریق کو قبول عام حاصل ہوا۔ ہر چیز عجمیت کے رنگ میں رنگ ہوئی تھی۔ معاشرہ کی زوال پذیری اپنی حد کو پہنچ چکی تھی۔ ظاہری نمود ونمائش اور غیر اسلامی رسوم ورواج کا دور دورہ تھا۔ مذہبی بدحالی حد بیان سے باہر ہے۔ توہم پرستی، مراسم پرستی، عملی زندگی سے فرار اس دور کی نمایاں علامات تھیں۔ جاہل صوفی اور خوش عقیدہ مولوی عوام کے مقتدا بنے بیٹھے تھے۔ اندھی تقلید نے معاشرہ کا جنازہ نکال دیا تھا۔ خاص دہلی کی حالت کا جائزہ لیتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ جاہل پیر اور صوفی لوٹ مچائے ہوئے تھے۔ دو واقعات کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے۔ (7)

''ٹھٹھہ کا ایک غیر معروف شخص عبدالغفور دہلی پہنچ کر سیاحت ومشیخت کا علم بلند کرتا ہے۔ شہزادگان اور امرائے سلطان سے رابطہ بہم پہنچاتا ہے۔ فتوحات کا یہ عالم ہے کہ پانچ ہزار روپے روزانہ وصول ہوتے ہیں۔ اس کی جرأت یہاں تک بڑھتی ہے کہ بادشاہ دہلی تک سے ناشائستہ گفتگو کر گزرتا ہے۔ بادشاہ بھی اس کی ناشائستہ حرکات سے تنگ آگیا۔ اس دنیا پرست پیر نے کم وبیش چار کروڑ روپیہ خزانہ شاہی سے غبن کیا۔ آخر (1144ھ۔ 1732ء) میں قید ہوا اور شوال 1148ھ میں قید خانہ ہی میں فوت ہوا۔''

ایک شخص محمد حسین نے پیری مریدی کے پردے میں اسلام ہی پر ہاتھ صاف کرنا شروع کر دیا اور ایک نئے مذہب کی داغ بیل ڈال دی۔ (8)

> ''محمد حسین عرف ''نمود وانمود'' نے مشہد سے کابل پہنچ کر پہلے تو شاہی متوسلین سے تعلق پیدا کیا اور پھر اپنی روحانیت کی تبلیغ کی۔ اس نے بتایا کہ اس کا درجہ نبوت اور امامت کے بین بین ہے۔ اس کی شان وہی ہے جو انبیاء اور اولیاء کی ہوتی ہے۔ اس مرتبہ کا نام ''بیگوگیت'' ہے۔ اس نے اپنی خرافات کو ''اقوزہ مقدسہ'' کے نام سے موسوم کیا۔ وہ کسی مذہب سے سروکار نہیں رکھتا تھا۔ اس کے مرید ''فربود'' کہلاتے تھے۔ نماز کا نام ''دید'' تھا۔ اس کے مریدوں کی تعداد ہزاروں تک پہنچی۔ جب شاہ دہلی فرخ سیر اس کے مریدوں میں داخل ہوا تو ''نمود وانمود'' کا ڈنکا بجنے لگا۔ اتفاق سے اس کے خلیفہ سے اختلاف ہو گیا تو خلیفہ نے اس کا سارا ڈھونگ ظاہر کر دیا۔''

ان دو مثالوں سے اس دور کی مذہبی حالت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ جاہل پیر اور مکار صوفی کس طرح مسلمانوں

کی دین و دنیا کو برباد کر رہے تھے۔ ان دو مکاروں کے حالات تو تاریخ میں اس لئے محفوظ رہ گئے کہ ان کے حلقہ مریدی میں بادشاہ وقت تک منسلک ہو گئے تھے ورنہ عوام میں جو لوگ ارباب من دون اللہ بنے بیٹھے تھے ان کا تو ذکر ہی کیا ہے۔

شاہ ولی اللہ دہلوی نے معاشرہ کا بھرپور جائزہ لیا۔ سیاسی حالات کو دیکھا۔ ملوک و امراء، علماء و صوفیاء، صناع و عوام کا مطالعہ کیا اور پھر مسلم معاشرہ کی ذہنی اصلاح کے لئے ایسا مواد مہیا کیا جس سے نہ صرف علوم اسلامیہ کا احیا ہوا بلکہ مسلم معاشرہ میں اصلاح کی تحریک شروع ہوئی اور لوگوں کے سوچنے کا انداز بدل گیا۔ شاہ ولی اللہ نے جمود کو توڑا۔ عمل کی دعوت دی، قرآن و حدیث کو عام کیا، فقہ کی حیثیت متعین کی، عقائد کو واضح کیا اور مسلمانوں کو عمل کی دعوت دی۔ شاہ صاحب کی تصانیف کا مندرجہ ذیل عناوین کے تحت ہم جائزہ لیتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ حقیقی معنوں میں حکیم الامت تھے۔ شاہ صاحب کی فہرست تصانیف پر نظر ڈالئے:

قرآن: (1) فتح الرحمٰن فی ترجمۃ القرآن (2) فوز الکبیر (3) فتح الخبیر [9] (4) مقدمہ در فن ترجمہ قرآن (5) تاویل الاحادیث فی رموز قصص الانبیاء۔

حدیث: (6) مسویٰ (شرح مؤطا) عربی (7) مصفّٰی (شرح مؤطا) فارسی (8) اربعون حدیثاً مسلسلۃ بالاشراف فی غالب سندہا (9) الدرّ الثمین فی مبشرات النبی الامین (10) النوادر من احادیث سید الاوائل والاواخر (11) الفضل المبین فی المسلسل من حدیث النبی الامین (12) الارشاد الیٰ مہمات علم الاسناد (13) تراجم البخاری (14) شرح تراجم بعض ابواب البخاری (15) انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ واسانید وارثی رسول اللہ۔

فقہ و کلام و عقائد (16) حجۃ اللہ البالغہ (17) البدور البازغہ (18) انصاف فی بیان سبب الاختلاف (19) عقد الجید فی احکام الاجتہاد والتقلید (20) السر المکتوم فی اسباب تدوین العلوم (21) قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین (22) المقالۃ الوضیہ فی النصیحہ والوصیہ (وصیت نامہ) (23) حسن العقیدہ (24) المقدمۃ السنیہ (25) فتح الودود فی معرفۃ الجنود (26) مسلسلات (27) رسالہ عقائد بصورت وصیت نامہ (فارسی) جس کا منظوم اردو ترجمہ سعادت یار خان رنگین نے کیا ہے۔ اس کا مفصل ذکر آگے آرہا ہے۔

تصوف وغیرہ: (28) التفہیمات الالٰہیہ (29) فیوض الحرمین (30) القول الجمیل (31) ہمعات (32) سطعات (33) لمحات (34) الطاف القدس (35) ہوامع (شرح حزب البحر) (36) الخیر الکثیر (37) شفاء القلوب (38) کشف العینین فی شرح الرباعیتین (39) زہراوین (40) فیصلہ وحدت الوجود والشہود (مکتوب مدنی)

سیر و سوانح: (41) سرور المحزون (42) (43-49) انفاس العارفین [10] (1۔ بوارق الولایت 2۔ شوارق المعرفت 3۔ امداد فی مآثر الاجداد 4۔ نبذۃ الابریزیہ فی اللطیفہ العزیزیہ۔ 5۔ العطیۃ الصمدیہ فی الانفاس المحمدیہ۔ 6۔ انسان العین فی مشائخ الحرمین۔ جزء اللطیف فی ترجمۃ العبد الضعیف)

مکتوبات: (50) مکتوبات معہ مناقب ابی عبداللہ و فضیلت ابن تیمیہ (51) مکتوب المعارف معہ ضمیمہ مکتوب ثلاثہ (52) مکتوبات فارسی (مشمولہ کلمات طیبات) (53) مکتوبات عربی (مشمولہ حیات ولی) (54) مکتوبات (شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات۔ مرتبہ خلیق احمد نظامی)

نظم: (55) اطیب النغم فی مدح سید العرب والعجم۔ یہ ہائیہ قصیدہ ہے۔ اس کے ساتھ تین قصیدہ ہمزیہ، تائیہ اور لامیہ بھی شامل ہیں۔ (56) دیوان اشعار عربی جس کو شاہ عبدالعزیز نے جمع کیا اور شاہ رفیع الدین نے مرتب کیا۔ (11)

صرف: (57) نظم صرف میر (فارسی)

متفرق: (58) رسالہ دانشمندی

شاہ ولی اللہ دہلوی کی تصانیف کی ایک مکمل فہرست ہم نے پیش کی ہے۔ ان میں سے بیشتر کتابیں طبع و شائع ہو چکی ہیں اور ان کی زیارت کا ہمیں شرف حاصل ہوا ہے۔

شاہ صاحب کی تصانیف سب سے پہلے مولوی عبداللہ بن بہادر علی حسینی نے کلکتہ سے طبع و شائع کیں۔ ان کی شائع کردہ کتابیں (1) المقالۃ الوضیہ (2) فوز الکبیر (3) فتح الخبیر (4) چہل احادیث، ہماری نظر سے گزری ہیں۔ چہل احادیث کا اردو ترجمہ مولوی عبداللہ نے کیا ہے۔ ان کے اور مولانا محمد احسن نانوتوی پروفیسر عربی و فارسی، بریلی کالج (ف 1312ھ) نے اپنے پریس مطبع صدیقی بریلی سے اور پھر ان کے فرزند خان بہادر مولوی عبدالاحد (ف 1920ء) نے مطبع مجتبائی دہلی سے شائع کیں۔ اسی زمانے میں دہلی سے شاہ رفیع الدین کے نواسے ظہیر الدین سید احمد ولی اللہی نے بالالتزام شاہ صاحب اور ان کے فرزندان عالی مقام کی کتابیں طبع کیں۔ ظہیر الدین کے ایک عزیز عبدالغنی ولی اللہی بن حاجی سید محمد سجادہ نشین و متولی درگاہ شیخ کلیم اللہ جہان آبادی نے بھی شاہ صاحب کی بعض تصانیف شائع کیں۔ بیسویں صدی میں مولانا عبیداللہ سندھی (ف 1944ء) مولانا محمد منظور نعمانی اور پروفیسر محمد سرور نے تصانیف اور علوم و افکار ولی اللہی کی نشر و اشاعت میں خاصا حصہ لیا ہے

شاہ ولی اللہ دہلوی سے منسوب بعض ایسے رسالے بھی ملتے ہیں جو شاہ صاحب کی تصنیف نہیں ہیں اور لوگوں نے شاہ صاحب سے منسوب کر کے چھاپ دیئے ہیں یا شاہ صاحب کی تصنیف بتاتے ہیں۔ اس سلسلہ میں سب سے پہلا نام مرزا علی لطف مؤلف تذکرہ "گلشن ہند" کا ہے۔ یہ تذکرہ 1801ء میں تالیف ہوا ہے۔ مرزا علی لطف نے ولی اللہ سرہندی المتخلص بہ اشتیاق کو حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی سمجھ کر ان کی ہجو کی اور ان سے دو کتابیں منسوب کی ہیں۔ وہ لکھتا ہے: (12)

> "فی الحقیقت مرتبہ علم کا اس عالی جناب (شاہ ولی اللہ محدث دہلوی) کے نہایت بلند تھا خصوصی علم حدیث اور تفسیر میں بہت بڑی دست گاہ رکھتے تھے یہاں تک کہ اسم گرامی اس برگزیدہ روزگار کا زبان خلائق پر آج کے دن تک شاہ ولی اللہ محدث کر کے جاری ہے۔ اکثر کتابیں تصنیف اس بحر علم کی مشہور ہیں چنانچہ دو نسخے کہ ایک کا نام "قرۃ العین فی البطال شہادۃ الحسین" اور دوسرے کا نام "جنت العالیہ فی مناقب المعاویہ" کہتے ہیں تصنیفات سے اسی محی الدین کی یادگار صفحہ روزگار پر ہیں۔ والد ماجد ہیں یہ اس رونق بخش کشور قناعت کے کسی کا نام نامی مولوی عبدالعزیز ہے۔ آج کے دن تک قدم توکل گاڑے ہوئے شاہجہاں آباد میں بیٹھے ہوئے ہیں۔"

شمس العلما مولانا شبلی نعمانی (ف 1914ء) اس تحریر کا رد کرتے ہوئے حاشیہ میں لکھتے ہیں: (13)

دونوں نام غلط ہیں۔ پہلی کتاب "تفضیل شیخین" (14) ہے شہادت امام حسین علیہ السلام کے ابطال

سے خدانخواستہ اس کا کوئی تعلق نہیں اور دوسری جانب تو بالکل فرضی ہے۔ معاویہ کے مناقب میں ان کی کوئی کتاب نہیں۔"

بابائے اردو مولوی عبدالحق (ف 1961ء) نے بھی اسی نقطہ نظر کو قبول کیا ہے۔ مقدمہ میں وہ لکھتے ہیں:(15)

"صاحب تذکرہ (مرزا علی لطف) نے بعض مقامات پر پردے ہی پردے میں خوب چوٹیں کی ہیں جن میں تعصب کی جھلک نظر آتی ہے مثلاً شاہ ولی اللہ صاحب کی نسبت لکھا ہے کہ "قرۃ العین فی ابطال شہادۃ الحسین" اور "جنت العالیہ فی مناقب المعاویہ" ان کی تصانیف میں سے ہیں حالانکہ ان مباحث میں ان کی کوئی کتاب نہیں ہے نہ شہادت حسنین کا ابطال کیا ہے اور نہ مناقب معاویہ میں کوئی کتاب ہے۔ یہ محض اتہام ہے۔ اس کے بعد یہ کہہ کر کہ یہ والد ہیں شاہ عبدالعزیز کے "خوب" خوب ہجو ملیح کی ہے۔"

شاہ محمد اسحاق دہلوی (ف 1262ھ۔ 6-1845ء) جب (1257ھ۔ (1841ء) میں حجاز کو ہجرت کر گئے تو دہلی میں تقلید و عدم تقلید کے مباحث نے خوب زور پکڑا۔ مقلدین و غیر مقلدین کے درمیان مناظرے ہوئے اور ان مباحث پر طرفین سے رسالے اور کتابیں لکھی گئیں۔ اسی زمانے میں بعض جعلی کتابیں بھی وجود میں آئیں۔ قاری عبدالرحمٰن محدث پانی پتی (ف 1314ھ۔ 1896ء) اپنی ایک تالیف "کشف الحجاب" میں لکھتے ہیں:(16)

"اور ایسا ہی ایک اور جعل (غیر مقلدین) کرتے ہیں کہ سوال کسی مسئلہ کا بنا کر اور اس کا جواب موافق اپنے مطلب کے لکھ کر علمائے سابقین کے نام سے چھپواتے ہیں چنانچہ بعض مسئلے مولانا شاہ عبدالعزیز کے نام سے اور بعض مسئلے مولوی حیدر علی کے نام سے علیٰ ہذا القیاس چھپوائے ہیں۔"

شاہ ولی اللہ دہلوی کے خاندان کے ایک فرد اور ان کی تصنیفات کے مشہور ناشر ظہیر الدین سید احمد ولی اللہی نبیسہ شاہ رفیع الدین دہلوی جنہوں نے شاہ صاحب کی تصانیف کی بڑی تعداد طبع و شائع کر کے وقف عام کی ہے، انہوں نے سب سے پہلے اس طرف توجہ دلائی۔ چنانچہ وہ شاہ صاحب کی ایک کتاب "تاویل الاحادیث فی رموز قصص الانبیاء" کے آخر میں لکھتے ہیں:(17)

"بعد حمد و صلوٰۃ کے بندہ محمد ظہیر الدین عرف سید احمد اول گزارش کرتا ہے۔ بیچ خدمت شائقین تصانیف حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب و مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی وغیرہ کہ آج کل بعض لوگوں نے بعض تصانیف کو اس خاندان کی طرف منسوب کر دیا ہے اور درحقیقت وہ تصانیف اس خاندان میں سے کسی کی نہیں اور بعض لوگوں نے جو ان کی تصانیف میں اپنے عقیدہ کے خلاف بات پائی تو اس پر حاشیہ جڑا اور موقع پایا تو عبارت کو تغیر و تبدل کر دیا تو میرے اس کہنے سے یہ غرض ہے کہ جو اب تصانیف ان کی چھپیں اچھی طرح اطمینان کر لیا جائے جب خریدی جائیں۔"

ظہیر الدین صاحب اس سلسلہ میں مزید وضاحت شاہ صاحب کی ایک دوسری تصنیف "انفاس العارفین" کے آخر میں التماس ضروری کے عنوان سے کرتے ہیں اور اس میں جعلی کتابوں کے نام اور ناشرین کی بھی نشاندہی کرتے ہیں:(18)

''دوسری التماس آپ کے ملاحظہ فرمانے کے لائق یہ امر ہے کہ فی زمانہ الدنیا زورُ لم یحصلھا الا بالزور کو بعض حضرات نے کمر باندھی ہے اور دنیا کمانے کے واسطے حضرات موصوفین (شاہ ولی اللہ اور ان کے اخلاف) کی طرف اکثر کتابیں منسوب کر کے چھاپ دی ہیں جو کسی طرح ان حضرات کی تصنیف میں سے نہیں ہیں اور ارباب بصیرت ان کو پڑھ کر ان کے عیب و مفاسد کو اس طرح جان لیتے ہیں جس طرح ایک تجربہ کار نقاد کھرے کھوٹے کو کسوٹی پر لگا کر پہچان لیتا ہے مگر چونکہ بخوائے العوام کالانعام بیچارے اردو پڑھنے والے علم سے بے بہرہ لوگ اکثر ان جعلی اور مصنوعی رسائل کو پڑھ کر ضلالت و گمراہی میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اس واسطے میرا فرض ہے کہ میں ان رسائل کے نام اس کاغذ کوتاہ میں لکھ دوں اور اپنے دیندار بھائیوں کو ارباب زمانہ کی گندم نمائی و جو فروشی سے آگاہ کر دوں گا۔ اس پر عمل کرنا نہ کرنا ان کا فعل ہے۔

منت آنچہ حق بود گفتم تمام تو دانی و گر بعد ازیں والسلام

اور وہ جعلی و مصنوعی رسائل یہ ہیں

1۔ تحفۃ الموحدین، مطبوعہ اکمل المطابع دہلی،	منسوب بہ طرف حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب
2۔ بلاغ المبین، مطبوعہ لاہور	
3۔ تفسیر موضح القرآن [19] مطبوعہ مطبع خادم الاسلام، دہلی	منسوب بطرف مولانا شاہ عبدالقادر صاحب مرحوم
4۔ ملفوظات [20] مطبوعہ میرٹھ	منسوب بہ طرف حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز

المشتہر سید ظہیر الدین احمد مالک مطبع احمدی دکان اسلامیہ، دہلی۔

ایک نامور عالم مولانا وکیل احمد سکندر پوری ''البلاغ المبین'' کے متعلق اپنی تصنیف ''وسیلہ جلیلہ'' میں لکھتے ہیں: [21]

''یہ کتاب (البلاغ المبین) کسی کی وہابی کی تصنیف ہے جسے کافی لیاقت نہ تھی مگر اعتبار و استناد کے لئے مولانا شاہ ولی اللہ کی طرف سے منسوب کی گئی۔ اس کا انتساب ایسا ہی ہے جیسے ''دیوان مخفی'' کا زیب النساء کی طرف یا دیوان محی کا حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی کی طرف یا دیوان معین الدین ہروی کا حضرت معین الدین چشتی کی طرف۔''

''تحفۃ الموحدین'' سب سے پہلے اکمل المطابع دہلی میں طبع ہوا۔ پھر قیام پاکستان کے بعد مرکزی جمعیت اہل حدیث مغربی پاکستان کے ادارہ اشاعۃ السنہ نے رجب 1373ھ میں اسے دوبارہ شائع کیا۔ اس رسالہ کے شروع میں ادارہ کے ناظم محمد اسحاق صاحب نے ''سخن گفتنی'' کے عنوان سے مندرجہ ذیل عبارت لکھی ہے: [22]

''حجۃ الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا توحید کے مسئلہ پر ایک مختصر لیکن جامع رسالہ ''تحفۃ الموحدین'' نصف صدی کے قریب کا عرصہ ہوا، افضل المطابع دہلی سے شائع ہوا تھا۔ رسالہ فارسی

میں ہے۔اس کا ترجمہ حضرت شاہ صاحب موصوف کے ایک سوانح نگار مولانا حافظ محمد رحیم بخش دہلوی نے کیا۔''

طبع ثانی کی اشاعت ہمارے پیش نظر ہے۔اس میں ''تحفۃ الموحدین'' کے سرورق پر مصنفہ یا مؤلفہ شاہ ولی اللہ تحریر نہیں ہے بلکہ ''از افادات شاہ ولی اللہ دہلوی'' لکھا ہوا ہے۔معلوم ایسا ہوتا ہے کہ ناشر اس سلسلہ میں خود متردد ہے لہٰذا اس نے اس رسالہ کا اعتبار قائم کرنے کے لئے اس کا مترجم ''حیات ولی'' کے مؤلف مولانا رحیم بخش دہلوی کو بتایا ہے حالانکہ ''حیات ولی'' میں مولانا رحیم بخش دہلوی نے شاہ ولی اللہ دہلوی کی تصانیف کی جو فہرست ہے اس میں کہیں ''تحفۃ الموحدین'' یا ''باغ المبین'' کا ذکر تک نہیں ہے۔[23]

''تحفۃ الموحدین'' کے آغاز میں مصنف کا نام ولی اللہ دہلوی تحریر ہے۔شاہ صاحب کی تصانیف کی ایک بڑی تعداد کی زیارت کا ہمیں شرف حاصل ہے۔ان میں کہیں صرف ان کے نام کے ساتھ دہلوی کی نسبت تحریر نہیں ہے۔وہ ہر جگہ فقیر ولی اللہ یا ولی اللہ بن شاہ عبدالرحیم لکھتے ہیں۔

''البلاغ المبین'' بھی سب سے پہلے مطبع محمدی لاہور سے 1307ھ میں طبع وشائع ہوئی ہے۔طابع وناشر نے کہیں اس بات کا ذکر نہیں کیا کہ اس کو اس کتاب کا قلمی نسخہ کہاں سے دستیاب ہوا حالانکہ ایک اہل حدیث عالم مولوی فقیر اللہ اس کے طابع وناشر ہیں اور پھر لطف کی بات یہ ہے کہ ''البلاغ المبین'' میں کہیں مصنف کی حیثیت سے شاہ ولی اللہ کا نام نہیں ہے۔شاہ صاحب کی ہر تصنیف میں آغاز کتاب میں ان کا نام موجود ہوتا ہے مگر ''البلاغ المبین'' میں ایسا نہیں ہے۔

ان دونوں کتابوں کی زبان، طرز بیان اور طریقہ استدلال شاہ ولی اللہ دہلوی سے بالکل مختلف ہے۔اکثر غیر مستند اور وضعی حدیثوں سے استدلال کیا گیا ہے۔[24] صوفیا کے اقوال اور ان کے ملفوظات کے حوالے ملتے ہیں۔صاحب ''مجالس الابرار'' (شیخ احمد رومی) شیخ عبدالحق دہلوی اور ابن تیمیہ کے حوالہ جات کی کثرت ہے بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خاص طور پر ابن تیمیہ (728ھ۔1328ء) کا پروپیگنڈا مقصود ہے۔[25] چنانچہ ان کا نام اس طرح لکھا گیا ہے کہ[25]

''علامہ ابوالعباس احمد بن عبدالحکیم بن عبدالسلام مفتی ملک شام۔''

ملک کے مشہور اہل حدیث محقق ومؤرخ مولانا غلام رسول مہر لکھتے ہیں۔[26]

''البلاغ المبین'' تو یقیناً شاہ ولی اللہ کی کتاب نہیں۔اس کا اسلوب تحریر وطریق ترتیب مطالب شاہ صاحب کی تمام تصانیف سے متفاوت ہیں۔یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ ابتدائی دور کی تصنیف ہوگی۔''

ان دونوں کتابوں ''تحفۃ الموحدین'' اور ''البلاغ المبین'' کا شاہ صاحب کی تصانیف میں یا ان کے صاحبزادگان کی تصانیف میں ان کے مستقدین کی تصانیف میں کوئی ذکر یا حوالہ نہیں ملتا۔شاہ صاحب کے سوانح نگار اول مولانا رحیم بخش دہلوی، مؤلف ''حیات ولی'' بھی[28] ان کتابوں کا قطعاً ذکر نہیں کرتے۔دوسرے تذکرہ نگار مولوی رحمان مؤلف ''تذکرہ علمائے ہند''[29] مولوی فقیر محمد جہلمی مؤلف ''حدائق الحنفیہ''[30] نواب صدیق حسن خان مؤلف ''ابجد العلوم''[31] مولوی حکیم عبدالحئی مؤلف ''نزہۃ الخواطر''[32] اور مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی مؤلف ''تاریخ اہل حدیث''[33] کے یہاں بھی ان کتابوں کا ذکر نہیں ملتا[34]

''البلاغ المبین'' کا اردو ترجمہ ''تبلیغ حق'' کے نام سے 1364ھ میں حیدر آباد دکن سے شائع ہوا۔ اس پر مولوی غلام محمد بی اے (عثمانیہ) مؤلف ''تذکرہ سلیمان'' نے مولانا سلیمان ندوی سے دریافت کیا۔ (35)

''بلاغ المبین کے نام سے ایک کتاب اہل حدیث حضرات کی طرف سے شائع ہوئی ہے اور اس کو مصنف حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی بتایا گیا ہے۔ کیا یہ کتاب واقعتاً شاہ صاحب کی ہے اور اگر ہے تو اس میں بعض مسائل ایسے ملتے ہیں جن میں شدت حد اعتدال سے زائد ہے۔''

مولوی غلام محمد صاحب نے قوسین میں اس کا جواب اس طرح لکھا ہے۔ (36)

''بعد میں تحقیق سے پتہ چلا اور خود حضرت والا (مولانا سلیمان ندوی) نے بھی تصدیق فرمائی کہ یہ شاہ ولی اللہ دہلوی کی تصنیف ہے ہی نہیں۔ بلکہ کسی نے لکھ کر ان کی طرف منسوب کر دی ہے تا کہ شاہ صاحب کو ماننے والے ان عقائد کو مان لیں۔''

شاہ ولی اللہ دہلوی سے منسوب ایک رسالے کی نشاندہی مولانا محمد علی کاندھلوی خواہر زادہ، مولانا محمد ادریس کاندھلوی نے بھی کی ہے وہ لکھتے ہیں: (37)

''میری حیرت کی کوئی انتہا نہیں رہتی جب میں سنتا ہوں کہ لوگ غیر مقلدیت کو پروان چڑھانے کے لئے حضرت شاہ صاحب کی کتابوں سے ادھوری اور تراشیدہ عبارتیں نقل کر کے بیچارے عوام کو دھوکا دیتے ہیں۔ یہی نہیں بلکہ ''قول سدید'' کے نام پر ایک من گھڑت کتاب کو شاہ صاحب سے منسوب کرتے ہیں۔''

اس سلسلہ میں ایک اور رسالہ کا ذکر بھی ضروری ہے جس کا نام ''اشارہ مستمرہ'' ہے۔ اس کو شاہ صاحب کی تصنیف بتایا گیا ہے۔ اس رسالہ کو اردو ترجمہ کے ساتھ فضل الرحمٰن صاحب مدرس جامعہ ملیہ اسلامیہ نے (1355ھ۔1936ء) میں مکتبہ عربیہ قرول باغ دہلی سے شائع کیا ہے۔ مترجم نے آخر میں لکھا ہے کہ اس کا مخطوطہ ٹونک کے کتب خانے سے حاصل ہوا تھا جو 1281ھ (1864ء۔1865ء) کا مکتوبہ تھا۔

شاہ صاحب کی فہرست تصانیف میں دو رسالے (1) رسالہ اوائل اور (2) فیما یجب حفظہ بھی ناشرین کی عدم توجہ سے شامل ہو گئے ہیں جن میں پہلا رسالہ تو شیخ محمد سعید بن شیخ محمد سنبل کا مؤلفہ ہے اور دوسرا رسالہ شاہ ولی اللہ صاحب کے کسی شاگرد نے لکھا ہے جس میں شاہ صاحب کا ذکر شیخنا کی صراحت کے ساتھ کیا ہے۔

ہم نے اس مجموعہ میں چار مختلف رسائل شامل کئے ہیں۔ ان کی تفصیل درج ذیل ہے۔ ان میں سب سے پہلا رسالہ ''المقالتہ الوضیہ فی النصیحہ والوصیہ'' ہے۔ المقالتہ الوضیہ فی النصیحہ شاہ ولی اللہ کا یہ وہ مشہور و معروف وصیت نامہ ہے جو متعدد بار طبع و شائع ہو چکا ہے۔ اس میں آٹھ وصیتیں ہیں:

وصیت اول: کتاب و سنت، عقائد اور مذہب اہل سنت کے متعلق۔

وصیت دوم: امر بالمعروف و نہی عن المنکر

وصیت سوئم: متصوفین کے متعلق

وصیت چہارم: علمائے حال وقال کے متعلق
وصیت پنجم: صحابہ واہل بیت کے متعلق
وصیت ششم: طریق تعلیم دین
وصیت ہفتم: رسوم عجم وہند کی مذمت
وصیت ہشتم: تبلیغ سلام بہ سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام

تصنیف رنگین (دوسرا رسالہ): شاہ ولی اللہ دہلوی کا ایک وصیت نامہ ''المقالۃ الوضیۃ فی النصیحۃ والوصیۃ'' (وصیت نامہ) نام سے چھپتا رہا ہے۔ ''سعادت یار خان'' رنگین[38] (1251ھ۔1838ء) کو ''المقالۃ الوضیۃ'' کے علاوہ شاہ ولی اللہ کا ایک اور رسالہ بصورت وصیت نامہ دستیاب ہوا۔ رنگین نے ''تصنیف رنگین'' کے نام سے (1239ھ۔1824ء) میں اس رسالہ کا اردو منظوم ترجمہ کیا۔ اس کے مضامین ''المقالۃ الوضیۃ'' سے بالکل جداگانہ ہیں۔ اس رسالہ کی اصل فارسی دستیاب نہ ہوسکی مگر یہ خیالات وافکار شاہ صاحب کی دوسری تصانیف ''حجۃ اللہ البالغہ'' وغیرہ میں ملتے ہیں۔ آغاز کتاب میں رنگین لکھتے ہیں:

''ایک رسالہ جناب حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہ یعنی والد جناب حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب قدس سرہ نے واسطے اپنے آل واولاد کے بطور وصیت کے فارسی نثر میں لکھا تھا۔ دریں ولا بندہ رنگین نے اسے زبان ریختہ میں نظم کیا ہے سو وہ اس بیان میں ہے کہ لڑکا لڑکی جس روز سے پیدا ہوں اور بوڑھے ہوکر مرجائیں تو ان کے وارث ان سے اس عرصہ میں رسم ورسوم بیہودہ کو ترک کر کے کیا کیا۔ معاملہ برتا کریں کہ وہ شرح شریف کے بموجب ہو اور خود بھی بحد بلوغ پہنچ کر کسی طور سے اوقات بسر کریں کہ قیامت میں ماخوذ نہ ہوں۔''

شاہ صاحب کا یہ وصیت نامہ (تصنیف رنگین) نہایت جامع اور مختصر ہے۔ انہوں نے اس میں ترغیب دی ہے کہ بیہودہ رسم ورواج کو چھوڑ کر اسلامی زندگی اختیار کرنی چاہیے۔ شاہ صاحب نے یہ وصیت نامہ اپنی زندگی کے بالکل آخر زمانے میں لکھا ہے۔ شاہ صاحب کی عمر قمری حساب سے اکسٹھ سال تین ماہ پچیس دن ہوئی۔ شاہ صاحب نے یہ وصیت نامہ اکسٹھ سال کی عمر پوری ہونے کے بعد ہی لکھا ہے جیسا کہ وہ صبر وشکر کی استقامت کے سلسلہ میں فرماتے ہیں ۔

اب مرے دل میں آسائی ہے یہ
دولت اکسٹھ برس میں پائی ہے یہ

شاہ صاحب کے فقہی مسلک کے متعلق اس میں صاف طور سے درج ہے:

میرا مذہب ہے مذہب حنفی
سب پہ روشن ہے یہ خفی و جلی[39]
چاروں مذہب کو جانتا ہوں حق
لیک بھاتا ہے مجھ کو اس کا نسق

رنگین نے اس رسالہ کو نظم کرنے کے بعد خاندان ولی اللّٰہی کے ایک ممتاز نمائندے اور عالم مولانا رشید الدین خاں[40] کو سنایا۔ انہوں نے اس کو بہت پسند فرمایا۔ رنگین لکھتے ہیں ؎

جب رسالہ یہ نظم ہوا سارا — طور اس کا لگا مجھے پیارا
ہیں بڑے مولوی رشید الدین — ہے انہوں نے کے سخن کا مجھ کو یقین
جانتے ہیں انہوں کو خاص اور عام — پڑھ گیا آگے ان کے میں یہ تمام
اس کو سن کر انہوں نے ہوکر شاد — آفریں میرے حق میں کی ارشاد

رنگین نے منظوم ترجمہ خوب رواں کیا ہے۔ رنگین ایک پُرگو شاعر تھے اس لئے بعض جگہ کچھ کھٹک پیدا ہوتی ہے مگر مجموعی طور پر یہ نظم خوب ہے۔ اس سے رنگین کے حالات و کردار کے ایک اور پہلو پر بھی روشنی پڑتی ہے۔ رنگین صرف ریختہ گوئی اور رنگینی ہی میں مست نہ تھے بلکہ شاہ ولی اللہ کے افکار و خیالات سے متاثر بلکہ ان کے مبلغ تھے۔ ''اخبار رنگین'' میں رنگین نے شاہ عبدالعزیز اور ان کی مجلسوں میں شرکت کا بڑے خلوص اور عقیدت سے ذکر کیا ہے۔

تصنیف رنگین کے تین مختلف نسخے ہمارے پیش نظر رہے ہیں:

(1) ذاتی خطی نسخہ ہے جو اس مطبوعہ نسخہ کی نقل ہے جو (جمادی الاول 1263ھ بمطابق مئی 1827ء) میں مطبع دارالسلام دہلی (محلہ حوض قاضی) میں شیخ الٰہی بخش سوداگر ولد حاجی عبدالوہاب کے صرفہ سے عنایت حسین نے چھپوایا۔ اس کا اہتمام نورالدین احمد لکھنوی کے ذمہ رہا۔ اس نسخہ میں کتابت کی خاصی غلطیاں ہیں۔[41]

(2) جناب ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں، صدر شعبہ اردو سندھ یونیورسٹی، حیدرآباد کا نسخہ، ڈاکٹر صاحب نے تصنیف رنگین کی نقل حکیم امان علی[42] عرف محمد متن متخلص بہ عاجز کے نسخہ سے حاصل کی تھی۔ ڈاکٹر صاحب نے (13 رجب 1359ھ۔ 8 اگست 1940ء) کو کتابت مکمل کی حکیم امان علی عاجز نے اصل نسخہ کے بعد ''لراقم النسخہ'' کے عنوان سے مندرجہ ذیل نو شعر مزید لکھے ہیں ؎

بارہ سو ساٹھ سال ہجری تھے — جب یہ اوراق میں نے لکھے
روز یک شنبہ تھا مرے صاحب — اور چوبیسویں زماہ رجب
اس رسالہ کو دیکھ کر بدعت — چھوڑے جو، اس پر حق کی صد رحمت
جو نہ چھوڑے طریق ظلوم و جہول — اس سے راضی ہو کب خدا ورسول
بس کر عاجز نہ دے کسی کو ملال — دل میں پچھتا تو سوچ اپنا احوال
کتنی بدعات تجھ میں باقی ہیں — تجھ سے انسان کتنے شاکی ہیں
ترک ایذا کر اور ترک کلام — ترک دل سے کر اختلاط عوام
ادا کر قلت طعام و منام — تاکہ دنیا سے ہو بخیر انجام
پڑھ پیغمبر پہ اب درود و سلام — اور اصحاب و آل پر بھی تمام

حکیم صاحب نے ایک آدھ جگہ اپنی طرف سے حاشیہ بھی لکھا ہے:

(3) تیسرا نسخہ انڈیا آفس لائبریری (لندن) کا مخطوطہ ہے۔ یہ نسخہ خود سعادت یار خان رنگین کے ہاتھ کا کتابت شدہ ہے۔ اس کے آخر میں تحریر ہے۔

''تمام شد نسخہ اول سبع سیارہ رنگین کہ مشہور بہ تصنیف رنگین است تصنیف سعادت یار خان رنگین پسر محکم الدولہ طہماس بیگ خان اعتقاد جنگ رومی بتاریخ یازدہم ربیع الثانی روز چہارشنبہ بوقت سہ پہر در شاہجہاں آباد در عہد محمد اکبر شاہ بادشاہ غازی 28 جلوس 1248ھ بدستخط مصنف تحریر یافت۔''

تصنیف رنگین اور اخبار رنگین کے نسخے انڈیا آفس لائبریری (لندن) سے پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی کے جنرل سیکرٹری ڈاکٹر معین الحق صاحب نے ہماری نشان دہی پر منگائے تھے۔ آخر الذکر نسخہ ڈاکٹر صاحب کے مقدمہ وحواشی کے ساتھ سوسائٹی کی طرف سے شائع ہو چکا ہے۔

تصنیف رنگین کے سلسلہ میں مندرجہ ذیل امور قابل ذکر ہیں:

(1) اس نسخہ کی بنیاد سعادت یار خان رنگین کے کتابت شدہ نسخہ پر ہے۔

(2) حاشیہ میں بعض الفاظ کی حسب ضرورت تشریح کر دی گئی ہے

(3) فہرست مضامین ہم نے مرتب کی ہے۔

(4) آخر میں توضیحات وحواشی کے عنوان سے اس منظوم رسالہ کی تائید میں شاہ ولی اللہ کی دوسری تصانیف ''حجۃ اللہ البالغہ'' سے ان ہی مسائل کے متعلق مواد فراہم کر دیا ہے۔

المقالۃ الوضیہ فی النصیحہ والوصیہ

شاہ صاحب کے ان وصایا میں سے تیسری، چوتھی، پانچویں اور ساتویں وصیت پر شاہ صاحب کے شاگرد اور نامور عالم قاضی محمد ثنا اللہ پانی پتی مجددی نے فارسی میں بطور شرح تعلیقات لکھے ہیں۔ یہ تعلیقات شاہ صاحب کے اسی رسالہ ''المقالۃ الوضیہ'' کے اس نسخہ کے ساتھ چھپے تھے جو مطبع محمدی فیروز پور میں 1258ھ میں طبع ہوا تھا۔ خوش قسمتی سے ہمیں وہ مطبوعہ نسخہ مولانا عطا اللہ حنیف صاحب (لاہور) کے کتب خانہ میں ہم دست ہو گیا جس کے لئے ہم حضرت مولانا نے خاص طور سے شکر گزار ہیں۔

ساتویں وصیت میں شاہ صاحب نے نسب عرب اور زبان عرب کا ذکر ایک خاص انداز میں کیا ہے اور عرب اول کے اتباع پر خاص زور دیا ہے۔ اگر چہ یہ وصیت نامہ ان کی اولاد واحباب کے لئے ہے مگر شاہ صاحب کے احباب میں عربی اور ہند پاکستانی دونوں نسلوں کے لوگ شامل ہونگے۔ شاہ صاحب نے ٹھیٹ عربی معاشرت، تہبند باندھنا، چادر اوڑھنا، نعلین پہننا، دھوپ کھانا، موٹے اور پرانے کپڑے پہننا، اونٹوں کے قافلے بنانا، گھوڑوں پر سوار ہونا اور تیر اندازی وغیرہ کی تلقین کی ہے۔ قاضی محمد ثنا اللہ پانی پتی نے بتایا ہے کہ یہ امور اس زمانے میں انگشت نمائی کا سبب ہیں لہٰذا ان کو تمام و کمال اختیار نہیں کیا جا سکتا۔

شاہ صاحب کے اس وصیت ''المقالۃ الوضیہ فی الوصیہ'' کی شرح میں ایک وصیت نامہ نواب صدیق حسن خاں

(ف 1307ھ۔1889ء) نے مرتب فرمایا ہے جس کا نام ''المقالۃ الفصیحۃ والوصیۃ والنصیحہ'' ہے۔نواب صاحب کا یہ وصیت نامہ مطبع مفید عام آگرہ میں 1298ھ میں طبع ہوا۔نواب صاحب نے شاہ صاحب کی وصیت نقل کرنے کے بعد اس کی تائید وشرح میں دوسرے اکابر علما وائمہ کے وصایا بھی نقل کئے ہیں۔

شاہ ولی اللہ دہلوی کا یہ وصیت نامہ ''المقالۃ الوضیۃ'' متعدد بار طبع ہو چکا ہے۔اس کا اردو ترجمہ 1899ء میں ظہیر الدین ولی اللہی نے اصل متن کے ساتھ شائع کرایا تھا، جس پر مترجم کا نام موجود نہیں تھا۔وہی ترجمہ پھر مطبع مجتبائی نے 1918ء میں شائع کیا۔یہ ترجمہ پھر دوسرے ناشرین نے بھی شائع کیا۔یہ ترجمہ اکثر جگہ غلط ہے اور اصل کے مطابق نہیں ہے۔ہم نے مختلف نسخوں کو سامنے رکھ کر از سر نو ترجمہ کیا ہے اور بڑی حد تک اصل کی مطابقت کی ہے۔فارسی متن کو بھی ہم نے مختلف نسخوں کو سامنے رکھ کر درست کیا ہے اور اختلاف نسخ حواشی میں دیئے ہیں۔

''مقالۃ الوضیہ'' کے مختلف نسخے ہمارے پیش نظر رہے ہیں:

(1) قلمی نسخہ مکتوبہ رجب 1276ھ کتابت شدہ از الٰہی بخش بن حکیم عظیم اللہ ساکن قصبہ آنولہ ضلع بریلی (بنیادی نسخہ)

(2) مطبوعہ مطبع احمدی (ہوگلی کلکتہ) بہ تصحیح مولوی عبداللہ بن بہادر علی حسینی (سال طباعت ندارد) (نسخہ الف)

(3) مطبوعہ مطبع محمدی لاہور 1302ھ (نسخہ ب)

(4) مطبوعہ مجتبائی دہلی 1918ء (نسخہ ج)

(5) مطبوعہ مطبع احمدی دہلی 1899ء باہتمام ظہیر الدین ولی اللہی (نسخہ ک)

(6) مشمولہ تفہیمات الٰہیہ، مطبوعہ مجلس علمی ڈابھیل 1936ء (نسخہ ی)

(7) مطبوعہ مطبع محمدی فیروز پور 1285ھ [43]

(8) مشمولہ المقالۃ الفصیحہ والوصیہ والنصیحہ (تالیف نواب صدیق حسن خان۔مطبوعہ مطبع مفید عام آگرہ 1298ھ)

''مقالہ الوضیہ'' کے سلسلہ میں مندرجہ امور قابل ذکر ہیں:

(1) پیراگراف کی تقسیم کی گئی ہے۔

(2) ہر وصیت میں ذیلی عنوان قائم کئے گئے ہیں۔

(3) قاضی محمد ثنا اللہ پانی پتی کے فارسی تعلیقات معہ اردو ترجمہ شامل کر دیئے ہیں۔

(4) فارسی متن میں مختلف نسخے کا اختلاف ظاہر کیا گیا ہے۔

(5) مختصر حواشی بھی تحریر کئے

حواشی

(1) عظیم الدین سے 1115ھ برآمد ہوتے ہیں۔اس میں ایک عدد زیادہ ہے۔

(2) ملاحظہ ہو جزء اللطیف فی ترجمۃ العبد الضعیف (مشمولہ انفاس العارفین) از شاہ ولی اللہ ص 195 (مطبوعہ مطبع احمدی واقع دہلی متعلق مدرسہ عزیزیہ، سال طباعت ندارد)

(3) شاہ ولی اللہ کے یہ حالات جزء الضعیف فی ترجمۃ العبد الطیف (ص 193-194) سے ماخوذ ہیں۔

(4) حکیم عبدالحی مؤلف ''نزہۃ الخواطر'' نے شاہ ولی اللہ کے ایک صاحبزادے نے محمد دہلوی کا بھی ذکر کیا ہے۔ ملاحظہ ''نزہۃ الخواطر'' جلد ہفتم صفحہ 422 (حیدر آباد دکن 1959ء)

(5) ذکر میر از میر تقی میر (مرتبہ مولوی عبدالحق) صفحہ 99 (انجمن ترقی اردو اورنگ آباد 1928ء)

(6) کذا فی الاصل

(7) تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو، مقالات الشعراء از علی شیر قانع تتوی (مرتبہ پیر حسام الدین راشدی) صفحہ 688-690 (سندھی ادبی بورڈ، کراچی 1957ء)

(8) تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو۔ سیر المتاخرین از غلام حسین طباطبائی۔ صفحہ 447 (نول کشور پریس لکھنؤ 1797ء)

(9) فتح الخبیر، فوز الکبیر کا ہی ایک حصہ ہے۔

(10) انفاس العارفین میں سات مختلف رسالے شامل ہیں۔

(11) نزہت الخواطر جلد ششم از حکیم عبدالحیٔ۔ صفحہ 398-415 (حیدر آباد دکن 1957ء)

(12) گلشن ہند از مرزا علی لطف، تصحیح و حاشیہ از شمس العلماء شبلی نعمانی و مقدمہ از مولوی عبدالحق۔ صفحہ 24 (حیدر آباد دکن 1906ء)

(13) ایضاً۔ صفحہ 24

(14) کتاب کا نام ''قرۃ العینین فی تفصیل الشیخین'' ہے

(15) ایضاً۔ مقدمہ صفحہ 25

(16) تفصیل کے لئے دیکھئے تنبیہ الضالین و ہدایت الصالحین (مجموعہ فتاویٰ علمائے دہلی و حرمین شریفین در جواز تقلید مطبوعہ مطبع سید الاخبار 1262ھ۔ 1845ء)

(17) کشف الحجاب از قاری عبدالرحمٰن محدث پانی پتی۔ صفحہ 9 (مطبع بہار کشمیر لکھنؤ 1298ھ)

(18) تاویل الاحادیث فی رموز قصص الانبیاء از شاہ ولی اللہ دہلوی۔ مطبوعہ مطبع احمدی کلاں محل متعلق مدرسہ عزیزی دہلی باہتمام ظہیر الدین ولی اللہی (سال طباعت ندارد)

(19) انفاس العارفین از شاہ ولی اللہ دہلوی۔ مطبوعہ مطبع احمدی دہلی متعلق مدرسہ عزیزی باہتمام ظہیر الدین۔

(20) شاہ عبدالقادر نے قرآن کریم کا اردو ترجمہ 1205ھ میں مکمل کرلیا۔ اس پر مختصر تفسیری حاشیے ہیں۔ اس ترجمہ کا تاریخی نام ''موضح القرآن'' نہیں ہے۔ ''تفسیر مولانا شاہ عبدالقادر المعروف بہ موضح القرآن'' کے نام سے ایک تفسیر ابو محمد ثابت علی اعظم گڑھی اور غلام حسین مونگری نے 1372ھ میں مطبع خادم الاسلام دہلی سے طبع کرا کے شائع کی۔ یہ کتاب سات جلدوں میں طبع ہوئی ہے۔ اس کی دوسری جلد پر شمس العلماء میاں نذیر حسین دہلوی (ف 1902ء) کے داماد مولوی سید شاہجہان کی تقریظ ہے اور آخر کتاب میں اشتہار ہے کہ شہر دہلی پھاٹک حبش خاں مدرسہ سید محمد نذیر حسین صاحب سے طلب فرمائیں۔ اس تفسیر کی طرف سید ظہیر الدین نے اشارہ کیا ہے۔

(21) ملفوظات شاہ عبدالعزیز (فارسی) کا پہلا ایڈیشن مطبع مجتبائی میرٹھ سے 1314ھ میں شائع ہوا تھا اور مطبع ہاشمی میرٹھ سے 1315ھ

1897ء میں ان ملفوظات کا اردو ترجمہ سب سے پہلے شائع ہوا۔ ترجمہ کے فرائض مولوی عظمت الٰہی بن محمد ہاشم نے انجام دیئے تھے۔ 1960ء میں ملفوظات شاہ عبدالعزیز کا اردو ترجمہ پاکستان ایجوکیشنل پبلشرز کراچی نے شائع کیا۔ مترجمین مولوی محمد علی لطفی اور مفتی انتظام اللہ شہابی ہیں اور پیش لفظ (ڈاکٹر معین الحق صاحب نے تحریر فرمایا ہے۔)

(22) وسیلہ جلیلہ از مولانا وکیل احمد سکندر پوری۔ صفحہ 23 (مطبع یوسفی لکھنؤ سال طباعت ندارد)

(23) تحفۃ الوحدین۔ صفحہ 1 (شائع کردہ ادارہ اشاعۃ السنہ، مرکزی جمعیۃ اہل حدیث مغربی پاکستان 1373ھ)

(24) ملاحظہ ہو حیات ولی از مولانا رحیم بخش دہلوی۔ صفحہ 545-580 (مکتبہ سلفیہ لاہور 1955ء)

(25) مولانا عطا اللہ حنیف صاحب و مولوی فقیر اللہ مرحوم نے حواشی میں اکثر اس طرف اشارہ کیا ہے، ملاحظہ ہو بلاغ المبین صفحہ 55,52 (لاہور 1962ء)

(26) ملاحظہ ہو البلاغ المبین۔ صفحہ 99,60 (شائع کردہ مکتبہ السلفیہ، لاہور 1962ء)

(27) ایک موقع پر حضرت شاہ ولی اللہ نے امام ابن تیمیہ کے سلسلہ میں ایک خط لکھا ہے۔ اس میں انہوں نے ان کو شیخ تقی الدین احمد ابن تیمیہ لکھا ہے۔ ملاحظہ ہو مکتوبات مناقب ابی عبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری۔ صفحہ 26 (مطبع احمدی دہلی۔ سال طباعت ندارد)

(28) مکتوب مولانا غلام رسول مہر بنام محمد ایوب قادری۔ مکتوبہ 28 فروری 1964ء

(29) حیات ولی از رحیم بخش دہلوی۔ صفحہ 545-580 (مکتبہ سلفیہ لاہور 1955ء)

(30) ملاحظہ ہو تذکرہ علمائے ہند (مولوی رحمان علی) مرتبہ و مترجمہ محمد ایوب قادری۔ صفحہ 543 (پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی کراچی 1961ء)

(31) حدائق الحنفیہ از مولوی فقیر محمد جہلمی۔ صفحہ 447 (نول کشور پریس، لکھنؤ 1906ء)

(32) ابجد العلوم از نواب صدیق حسن خاں۔ صفحہ 912-914 (مطبع صدیقی بھوپال 1296ھ)

(33) نزہۃ الخواطر جلد ششم از مولوی حکیم عبدالحئی۔ صفحہ 398-415 (دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن 1957ء)

(34) تاریخ اہل حدیث از مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی۔ صفحہ 411-416 (اسلامی پبلشنگ کمپنی لاہور 1953ء)

(35) تحفۃ الموحدین کو تو شاہ ولی اللہ کی تصنیفات میں ابو یحییٰ امام خان نوشہروی مؤلف ''تراجم علمائے اہلحدیث'' (صفحہ 42-46) نے بھی شامل نہیں کیا ہے۔

(36) تذکرہ سلیمان از غلام محمد۔ صفحہ 469 (ادارہ مجلس علمی کراچی 1960ء)

(37) ایضاً

(38) شاہ ولی اللہ اور تقلید از مولانا محمد علی کاندھلوی۔ صفحہ 53 (سیالکوٹ، سال طباعت ندارد)

(39) سعادت یار خاں رنگین کے تفصیلی حالات کے لئے ملاحظہ ہو: سعادت یار خان رنگین از ڈاکٹر صابر علی خاں۔ مطبوعہ انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی 1956ء لکھنؤ کا ادبستان شاعری از ڈاکٹر ابواللیث صدیقی۔ صفحہ 259 تا 296 (لاہور 1955ء)۔ مسدس رنگین مرتبہ تحسین سروری (ادارہ ترقی ادب کراچی 1952ء نوائے ادب (بمبئی) جولائی 1963ء)

(40) تعجب ہے ڈاکٹر صابر علی خاں نے اس کو سعادت یار خاں رنگین کے حال پر منطبق کیا ہے (ملاحظہ ہو سعادت یار خاں رنگین۔ صفحہ 41)

(41) مولوی رشید الدین خاں بن امین الدین، شاہ عبدالقادر اور شاہ رفیع الدین کے شاگرد تھے۔ علم ہیئت اور ہندسہ میں کمال حاصل تھا۔ ردِّ روافض میں اکثر رسالے لکھے۔ (1243ھ۔ 8-1827ء) میں انتقال ہوا۔ تفصیل کے لئے دیکھئے تذکرہ

علمائے ہند۔ صفحہ 191-192 وعلم وعمل (وقائع عبدالقادر خانی) جلد اول مرتبہ محمد ایوب قادری۔ صفحہ 251-252 (ایجوکیشنل کانفرنس، کراچی 1960ء)

(42) اس مطبوعہ نسخہ کی نقل ہمارے کتب خانے میں محفوظ ہے۔

(43) حکیم امان اللہ بن حکیم شیر علی مؤلف تذکرہ علمائے ہند (مولوی رحمان علی) کے بھائی تھے۔ اپنے زمانے کے نامور عالم وفاضل تھے۔ 1841ء میں ایوان میں سرکاری طبیب کی حیثیت سے ملازم ہوئے۔ (1277ھ۔1860ء) میں ایوان میں انتقال ہوا۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو تذکرہ علمائے۔ ہند صفحہ 121-122

(44) نسخہ نمبر 7 اور 8 سے بھی مقابلہ کیا ہے۔ ان نسخوں میں کوئی خاص فرق نہیں ملا۔

☆☆☆

وصیت اوّل

یہ کہ اعتقاد اور عمل قرآن پاک اور حدیث رسول اللہ صلعم کے موافق ہو اور ہمیشہ ان میں غور کرتے رہنا چاہیے۔ ہر روز دونوں کا تھوڑا تھوڑا مطالعہ کرنا چاہیے اور اگر پڑھنے کی طاقت نہ ہو تو دونوں کے ایک ایک ورق کا ترجمہ سن لیا جائے۔ عقائد کے لحاظ سے قدما کا مذہب اہل سنت اختیار کرنا چاہیے۔ جس امر میں بزرگوں نے تفتیش سے کام نہیں لیا اس کی تفصیل وتفتیش سے اجتناب بہتر ہے۔ منطقیوں کی بیہودہ شک وشبہ میں ڈالنے والی خام باتوں کی طرف توجہ نہ دی جائے۔ مسائل فروعی میں ان علمائے محدثین کی پیروی کی جائے جو فقہ اور حدیث دونوں کو خوب جانتے ہوں۔ فقہ کے مسئلے قرآن کریم اور حدیث کی کسوٹی پر پرکھے جانے چاہئیں۔ اگر موافق ہو تو اسے قبول کرلیا جائے ورنہ برا مال مالک کے منہ پر' (خلاف کو چھوڑ دیا جائے) کہ امت کو قیاسیہ مسئلوں کے سلسلے میں ہر لمحے کتاب وسنت (کلام اللہ وحدیث) کی ضرورت ہے اور وہ ان سے کسی پل بھی بے اعتنائی نہیں برت سکتی اور ان فقیہوں کی فرسودہ بات نہ سننی چاہیے جنہوں نے ایک عالم کی تقلید کو سند بنا کر سنت کی پیروی کو ترک کیا ہوا ہو۔ ایسے فقہا کی طرف توجہ نہ کرنی اور ان سے دور رہنے میں خدا کا تقرب جاننا چاہئے۔

وصیت دوم

امر بالمعروف: امر بالمعروف کے متعلق جو بات میرے دل میں ہے وہ یہ ہے کہ فرائض اور شعائر اسلام کے لئے سختی ہے۔ امر معروف کرے اور گناہ کبیرہ کو سختی سے منع کرے اور جو لوگ کہ سلسلہ میں تساہل کریں ان سے میل جول نہ رکھے اور ان کا دشمن بنے اور ان تمام احکام میں جن میں مقتدمین کا اختلاف رہا ہے، اس امر معروف ونہی منکر کا آگاہ کردینا

ہے اور بس یہی کافی ہے اور سختی مناسب نہیں ہے۔

وصیت سوم

متصوفین: اس زمانے کے مشائخ کے ہاتھ میں ہاتھ نہ دینا چاہئے اور نہ ان کا مرید ہونا چاہئے کیونکہ وہ مختلف قسم کی بدعات میں مبتلا ہیں اور عوام کے غلو اور کرامات سے دھوکے میں نہ آئے کیونکہ عوام کا غلو بر بنائے رسم ہے اور امور رسمیہ کو حقیقت سے کوئی نسبت نہیں ہے۔ باستثنائے چند اس زمانے میں سب کرامت فروشوں نے طلسمات اور شعبدہ بازی کو کرامات سمجھ لیا ہے۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ سب سے بڑی کرامت دل کے حال پر مطلع ہونا ہے اور آئندہ کے واقعات کا بتانا ہے۔

نجوم: دل کے حال اور آئندہ کے واقعات معلوم کرنے کے بہت سے طریقے ہیں۔ ان طریقوں میں علم نجوم اور رمل کا باب ضمیر بھی ہے (جس سے دل کا حال معلوم ہوتا ہے) یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ نجوم میں ستاروں کی خانہ کشی اور رمل میں زائچہ کا کھینچنا ضروری ہے۔ اس کے بغیر کچھ معلوم نہیں ہوسکتا۔ ہم نے تجربہ کیا ہے کہ جب ماہر نجوم نے معلوم کرلیا کہ دن کے دقائق میں سے اس وقت کون دقیقہ ہے اس سے اس کا ذہن طالع (افق شرقی کے مقابل کے بُروج) کی طرف رجوع ہوتا ہے اور تمام خانے اور ستاروں کے مقامات (بروج) اس کے ذہن کے سامنے آجاتے ہیں۔ گویا ستاروں کے بروج کے درجات طالع اس کے سامنے موجود ہوتے ہیں۔

رمل: اسی طرح رمل کا ماہر بعض وقت اپنے دل میں خیال کرتا ہے کہ میں نے فلاں انگلی کو لحیان (رمل کی پہلی شکل) اور فلاں انگلی کو فلاں شکل قرار دیا ہے اور وہ اپنے ذہن میں نقشہ جماتا ہے کہ ان شکلوں سے کیا شکلیں پیدا ہوتی ہیں یہاں تک کہ زائچہ گویا اس کے سامنے ہوتا ہے۔

کہانت: اس طرح کہانت (پیشنگوئی) اور اس کی قسمیں ہیں اور یہ فن بہت وسعت رکھتا ہے۔ کبھی کبھی جنوں کو حاضر کرکے اور کبھی کبھی ان کی بغیر حاضری کے (یہ عمل ہوتا ہے)۔

طلسم: من جملہ ان کے باب طلسم ہے کہ ستاروں کی قوتوں کو ایک صورت میں مقید کرلیتے ہیں اور اس سے دلوں کا حال معلوم کرتے ہیں۔

اعمال جوگیہ: اسی طرح جوگیوں کے اعمال ہیں کہ جوگیوں کے بعض اعمال میں دلوں کے حال معلوم کرنے اور آئندہ کے واقعات بتانے کی بہت خاصیت ہوتی ہے۔ جو اس کی تحقیق کا ارادہ رکھتا ہے، وہ ان فنون کی کتابوں کی طرف رجوع کرے۔

نیرنجات: کسی کام پر ہمت باندھنا، خوفناک شکل بن جانا اور کسی کے دل پر دل رکھنا (محبت کرنا) اور طالب کو قبضہ میں کرنا یہ سب چیزیں نیرنجات کے فنون ہیں۔ کئی اعمال ایسے ہیں جو ان کاموں تک پہنچا دیتے ہیں۔ صلاح و فجور، سعادت و شقاوت اور مقبول و مردود ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا ہے۔ اس طرح وجد، شوق اور اضطراب کی حالتوں کو

حاضرین میں پہنچا دینا حیوانی قوت کی تیزی کے سبب سے ہوتا ہے اسی لئے جس میں حیوانی قوت زیادہ ہوتی ہے اس کا وجد زیادہ ہوتا ہے۔

ہاں یہ اعمال واحوال نیک نیتی کے ساتھ بعض صالحین بھی کرتے ہیں اور اس قدر کام ان لوگوں کی کرامات میں شمار نہیں ہوتا جیسا کہ چھپا ہوا نہیں ہے اور ہم نے بہت سے بھولے بھالے لوگوں کو دیکھا ہے کہ جب وہ یہ اعمال کسی شیخ سے حاصل نہیں کرتے تو وہ ان کو عین کرامات سمجھتے ہیں۔

اتباع شریعت: اس کا علاج یہ ہے کہ حدیث کی کتابیں مثلاً صحیح بخاری، مسلم، سنن ابوداؤد، ترمذی اور حنفی وشافعی فقہ کی کتابیں پڑھے اور ظاہر سنت پر عمل کرے اور اگر خدا تعالیٰ اس کے دل میں شوق صادق پیدا کردے اور اس راستے کی طلب غالب ہو جائے تو کتاب ''عوارف'' میں آداب نماز، روزہ، ذکر اور معموری اوقات کا جو بیان ہے اس کو اختیار کرے اور سائل نقش بندیہ میں یادداشت حاصل کرنے کے جو طریقے ہیں (ان کو دیکھے) ان بزرگوں نے ان دونوں باتوں (نور عبادت اور نسبت یادداشت) کو ایسے صاف طریقے سے لکھا ہے کہ کسی مرشد کی تلقین کی ضرورت ہی باقی نہیں رہتی۔

صحبت شیخ: جب نور عبادت اور نسبت یادداشت کی کیفیت پیدا ہو جائے تو اس پر مستقیم رہے۔ اسی دوران میں اگر کوئی ایسا بزرگ مل جائے کہ اس کی صحبت سے جذب وکیفیت پیدا ہو اور اس کی صحبت کی تاثیر کا لوگوں کے قلوب پر اثر ہو تو اس کی صحبت اختیار کرے تاکہ وہ حالت جو ہونی چاہئے وہ اس کی عادت بن جائے۔ اس کے بعد گوشہ نشینی اختیار کرے اور اس ملکہ (کیفیت) میں مشغول رہے۔ اس زمانے میں ایسا کوئی آدمی نہیں ہے الا ماشاء اللہ جو ہر حیثیت سے صاحب کمال ہو۔ اگر وہ ایک وجہ سے صاحب کمال ہے تو دوسری وجہ سے معطل ہے۔ پس اس سے اسی کمال کو حاصل کرنا چاہئے اور دوسری چیزوں سے صرف نظر کرنی چاہئے جو صاف ہے اسے لے لے اور جو گرد آلود ہے اسے چھوڑ دے۔

صوفیائے کرام کی نسبتیں بہت غنیمت ہیں اور ان کے رسوم کی کوئی قیمت نہیں ہے اور یہ بات بہت سے لوگوں کو ناگوار ہوگی مگر مجھے جو حکم ہے اسی کے مطابق کہنا چاہئے اور زید وعمرو کے کہنے کے مطابق نہ چلنا چاہئے۔

وصیت چہارم

صوفیا: معلوم ہونا چاہئے کہ ہم میں اور اہل زمانہ میں اختلاف ہے۔ صوفی منش حضرات کہتے ہیں کہ اصلی مطلوب فنا وبقا واستہلاک (جذب ہو جانا) اور انسلاخ (ختم ہو جانا) ہے اور شرع میں معاش کا لحاظ اور عبادت بدنیہ کے ادا کرنے کا جو حکم وارد ہوا ہے وہ اس لئے ہے کہ ہر شخص اس مطلوب (فنا وبقا) کو بجا نہیں لا سکتا۔ جس چیز کا کل حاصل نہیں کر سکتے اس کا کل بھی نہیں چھوڑنا چاہئے اور شارع نے اصل (مطلوب) کا بیان خلوص کے لئے فرمایا ہے۔

متکلمین: متکلمین کہتے ہیں کہ شریعت کے علاوہ جو کچھ ہے وہ مطلوب ہی نہیں ہے (بلکہ جو شریعت میں

آیا ہے وہی مطلوب ہے) اور ہم کہتے ہیں کہ انسان کی صورت نوعیہ کے اعتبار سے شریعت کے سوا کچھ مطلوب نہیں ہے۔

تخلیق نوع انسانی: اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ نوع انسانی کی تخلیق اس طور پر ہوئی ہے کہ وہ قوت ملکیہ اور بہیمیہ کا جامع ہے (اس میں یہ دونوں قوتیں طبعی ہیں) اور اس کی سعادت اسی میں ہے کہ قوت ملکیہ کو قوی کرتا رہے اور اس کی بدبختی اس میں ہے کہ وہ قوت بہیمیہ کو طاقت پہنچا دے۔

اسکی خلقت اس طور پر بھی ہوئی ہے کہ اس کا نفس اعمال واخلاق کے مختلف رنگوں کو اختیار کر لیتا ہے اور اپنی اصل میں شامل کر لیتا ہے اور مرنے کے بعد اپنے ساتھ لے جاتا ہے جیسے اس کا بدن غذا کی کیفیات کو قبول کر لیتا ہے اور اپنے میں ملا لیتا ہے اس لئے وہ مرض تخمہ وتپ میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

اور وہ اس طور پر بھی مخلوق ہوا ہے کہ حظیرۃ القدس (ملاء اعلیٰ) سے مل سکتا ہے اور وہاں سے الہام اور متعلقات الہام کو حاصل کر سکتا ہے۔ اگر ملائکہ سے تعلق خاطر ہوگا تو مسرت وخوشی کی کیفیت حاصل ہوگی اور اگر ان سے نفرت ہے تو تنگی ووحشت ہوگی۔

بالجملہ چونکہ نوع انسانی فطرۃً اس طرح واقع ہوئی ہے کہ اگر ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیا جائے تو امراض نفسانیہ اکثر افراد کو تکلیف پہنچاتے ہیں۔ حضرت حق سبحانہ نے محض اپنے فضل وکرم سے ان کی کارسازی فرمائی اور ان کے لئے نجات کا راستہ دکھایا اور غیب کی زبان کے ترجمان حضرت پیغمبر ﷺ کو اپنی طرف سے ان کے پاس بھیجا تاکہ نعمت پوری ہو اور شان ربوبیت جو ازل میں ان کے پیدا کرنے کی مقتضی ہوئی دوبارہ ان کی دست گیری کرے۔

صورت نوعیہ (انسان) نے زبان حال سے مبداء فیاض سے شرع کو مانگا۔ پس اس (شرح) کا حکم جمیع افراد پر انسان ہونے کی وجہ سے لازم ہے اور اس میں خصوصیت افراد کو کچھ دخل نہیں ہے اور افراد کی خصوصیت کے اعتبار سے فنا وبقا واستہلاک وغیرہ مطلوب ہوتا ہے کیونکہ بعض افراد نہایت علو وتجرد (اعلیٰ کردار وپاک بازی) میں مخلوق ہوتے ہیں اور خدا تعالیٰ ان کو اپنے راستہ کی رہنمائی فرما دیتا ہے۔ وہ فطرت نہیں ہے بلکہ ایک شخص اس گروہ کی خصوصیت اور فردیت کی وجہ سے زبان حال سے (اس کا تقاضہ کرتا ہے) شارع کا کلام ہرگز اس معنی پر محمول نہیں ہے نہ صریحاً اشارتاً۔ ہاں ایک گروہ نے شارع کے کلام سے یہ مطالب سمجھ لئے ہیں مثلاً کوئی لیلیٰ مجنوں کا قصہ سنے اور اس کی ہر بات اپنی سرگزشت خیال کرے اور اس کو ان کے عرف میں ''اعتبار'' کہتے ہیں۔

نتیجہ: خلاصہ یہ کہ انسلاخ واستہلاک (فنا وبقا) کے مقدمات میں حدود سے متجاوز ہو جانا اور ہر کس وناکس کا اس میں مشغول ہو جانا ملت مصطفویہ میں ایک سخت مرض ہے۔ خدا تعالیٰ اس پر رحم کرے کہ جو اس کو مٹانے میں کوشش کرے۔ اگرچہ وہ دوسروں کے مقابلہ میں اصلی وفطری استعدادات رکھتا ہو۔

اگرچہ یہ بات اس زمانے کے بہت سے صوفیوں کو ناگوار ہوگی لیکن مجھے جو ایک حکم دیا گیا ہے اس کے مطابق

میں کہتا ہوں کہ زید وعمرو سے مجھے مطلب نہیں ہے۔

وصیت پنجم

صحابہ کرام کے متعلق اعتقاد: آنحضرت ﷺ کے اصحاب کے متعلق ہمیں نیک اعتقاد رکھنا چاہئے اور ان کے مناقب کے سوا کوئی اور بات زبان پر نہیں لانی چاہئے اور اس مسئلہ میں لوگوں نے دو طرح سے خطا کی ہے ایک گروہ گمان کرتا ہے کہ وہ آپس میں صاف دل تھے اور ان کے آپس میں بالکل اختلافات نہیں ہوئے۔ یہ صرف وہم ہے کیونکہ ان کے اختلافات پر واضح روایات گواہ ہیں اور ان واضح روایات کا انکار نہیں کر سکتے اور ایک گروہ نے جب ان چیزوں کو ان کی طرف منسوب دیکھا تو انہوں نے لعن وطعن کے ساتھ زبان کھولی اور وہ ہلاکت کی وادی میں گرے۔

فقیر کے دل میں یہ گزرا ہے کہ اگرچہ اصحاب معصوم نہ تھے اور ممکن ہے کہ ان میں سے بعض لوگوں سے کچھ ایسی چیزیں وجود میں بھی آئی ہوں کہ اگر اس طرح کی چیزیں دوسروں (غیر صحابی) سے سرزد ہوتیں تو وہ مورد طعن وجرح ہوتے لیکن ہمیں حکم ہے کہ ہم ان (صحابہ کرام) کی برائیوں کے متعلق خاموش رہیں اور ہمیں ممانعت ہے کہ ہم مصلحت کی وجہ سے نہ ان کو برا کہیں اور نہ طعن کریں اور وہ مصلحت یہ ہے کہ اگر ان کے متعلق جرح کرنے کا دروازہ کھل جائے تو آنحضرت ﷺ سے روایت منقطع ہو جاتی ہے اور روایت کے انقطاع ہونے میں ملت کا شیرازہ بکھر جاتا ہے اور چونکہ ہر صحابی سے روایت لی جاتی ہے تو اکثر احادیث مسلسل بلا انقطاع چل آتی ہیں اور امت پر جو اوامر شرعیہ ہیں وہ کسی دلیل ہی سے قائم ہوتے ہیں اور بعض صحابہ پر روایت میں جو جرح ہوئی ہے اس سے کوئی خلل واقع نہیں ہوتا۔

امامیہ مذہب: اس فقیر نے آنحضرت ﷺ کی روح پُر فتوح سے سوال کیا کہ شیعوں کے بارے میں حضرت کیا فرماتے ہیں کیونکہ وہ اہل بیت کی محبت کا دعویٰ کرتے ہیں اور صحابہ کرام کو برا کہتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے روحانی کلام کی ایک نوعیت سے القا فرمایا کہ ان کا مذہب باطل ہے اور ان کے مذہب کا باطل ہونا لفظ امام سے معلوم ہوتا ہے۔ جب مجھے اس حالت سے افاقہ ہوا تو میں نے لفظ امام کے متعلق غور کیا تو معلوم ہوا کہ ان (شیعوں) کی اصطلاح میں امام معصوم ہوتا ہے اور اس کی اطاعت فرض اور وہ مخلوق کے لئے مقرر ہوتا ہے اور وہ امام کے حق میں باطنی وحی تجویز کرتے ہیں۔ حقیقت میں وہ ختم نبوت کے منکر ہیں اگرچہ زبان سے آنحضرت ﷺ کو خاتم الانبیاء کہتے ہیں۔

اہل بیت: جس طرح کہ اصحاب کرام کے متعلق ہمیں نیک اعتقاد رکھنا چاہئے اسی طرح اہل بیت کے متعلق اعتقاد رکھنا چاہئے اور ان میں سے جو صالحین ہیں ان کی اور بھی تعظیم خاص کرنی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر شے کے لئے اندازہ رکھا ہے۔

ائمہ اثنا عشر: اس فقیر کو معلوم ہوا ہے کہ بارہ امام (ائمہ اثنا عشر) ایک نسبت کے قطب ہوئے ہیں اور تصوف کا رواج ان کے گزر جانے کے بعد ہی پیدا ہوا ہے اور عقیدہ وشرح پیغمبر ﷺ کی حدیث کے علاوہ کسی دوسری چیز سے نہیں لے سکتے۔ ان کی قطبیت ایک باطنی امر ہے اور امر شرعی سے اسے کوئی تعلق نہیں ہے اور ان میں سے ہر ایک کے احکام و اشارات اپنے بعد آنے والے پر اسی قطبیت کی وجہ سے ہیں اور جو امور امامت کہے جاتے ہیں وہ بھی اسی قطبیت کی

طرف راجع ہیں کہ وہ اپنے خالص دوستوں کو اس پر اطلاع دیتے تھے۔ ایک مدت کے بعد کچھ لوگوں نے غور کیا تو ان کے اقوال کا مطلب دوسری طرح سے بیان کر دیا۔

وصیت ششم

طریقہ تعلیم: طریقہ تعلیم تجربہ سے جو تحقیق ہوا ہے وہ یہ ہے کہ پہلے صرف ونحو کے چھوٹے چھوٹے تین یا چار رسالے طالب علم کے ذہن کے مطابق پڑھائے جائیں۔ اس کے بعد تاریخ یا حکمت عملی (سیاست مدن واخلاق وغیرہ) کی کوئی کتاب پڑھائیں جو عربی زبان میں ہو اور اسی درمیان میں کتب لغت کی ورق گردانی کرنا اور اس کے ذریعہ سے مشکل مقامات کو حل کرنا بھی بتا دیا جائے۔

مؤطا امام مالک: جب عربی زبان پر قدرت حاصل ہو جائے تو مؤطا (امام مالک) بروایت یحییٰ بن یحییٰ مصمودی پڑھائی جائے۔[1] اور ہرگز اس کو نہ چھوڑیں کہ علم حدیث کی اصل ہے اور اس کے پڑھنے میں بہت سے فیوض ہیں اور ہمیں اس کا مسلسل سماع حاصل ہے۔

قرآن عظیم: اس کے بعد قرآن عظیم پڑھائیں اور وہ اس طرح کے بغیر تفسیر کہ قرآن پڑھائیں۔ البتہ ترجمہ پڑھائیں اور اس میں جہاں نحو یا شان نزول میں مشکل ہو تو وہاں توقف کرنا چاہئے اور تلاش کرنی چاہئے۔

تفسیر جلالین: اس سبق کے بعد تفسیر جلالین نصاب کے مطابق پڑھائیں کہ اس طریقہ میں بہت فیض ہے۔

بخاری ومسلم وغیرہ: اس کے بعد ایک وقت میں کتب حدیث صحیحین (بخاری ومسلم) وغیرہ کتب فقہ، عقائد اور سلوک اور دوسرے وقت میں کتب دانشمندی مثلاً شرح ملا جامی اور قطبی پڑھائیں۔ اس کے علاوہ جو کچھ اللہ توفیق دے۔

مشکوٰۃ: اگر ہو سکے تو ایک روز مشکوٰۃ پڑھیں اور دوسرے دن طیبی کی شرح (مشکوٰۃ) کو اسی قدر پڑھیں جس قدر پہلے دن (مشکوٰۃ) پڑھی تھی۔ اس میں بہت فائدہ ہے۔

وصیت ہفتم

اتباع عرب اول: ہم لوگ مسافر ہیں کہ ہمارے بزرگ ہند میں مسافرانہ آئے ہیں۔ عربی نسب اور عربی زبان دونوں پر ہمیں فخر ہے کیونکہ یہ دونوں چیزیں ہمیں سید اولین وآخرین، افضل انبیاء ومرسلین فخر موجودات علیہ واعلی آلہ الصلوٰات والتسلیمات سے قریب کرتی ہیں اور اس نعمت عظمیٰ کا شکریہ ہے کہ جہاں تک ہو سکے عرب اول کے عادات ورسوم کو نہ چھوڑیں کہ جو آنحضرت ﷺ کے اصل ہیں۔

عجم کے رسوم اور ہنود کے عادات کو اپنے معاشرہ میں باقی نہ رکھیں۔

اخرج البغوی عن ابی عثمان النهدی قال اتانا کتاب عمر بن الخطاب رضی الله تعالی

عنه و نحن باذربیجان مع عتبة بن فرقد اما بعد فاتزرو وارتدو وانتعلوو القوا الخفاف والقوالسرا ویلات علیکم بلباس ابیکم اسماعیل وایاکم والتنعم وزی العجم و علیکم بالشمس فانها حمام العرب وتمعدود واخشوا اشنوا واخلو لقوا، واعطو الرکب وانزوا نزوا و ارموا الاغراض و فی روایته وانزو علیٰ ظهور الخیل نزواً

''بغوی نے ابوعثمان نہدی سے روایت کی ہے کہ ہمارے پاس (ابوعثمان کے پاس) اس وقت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خط آیا جب ہم آذر بائیجان میں عتبہ بن فرقد کے ساتھ تھے (حمد ونعت) کے بعد تہبند باندھو اور چادر اوڑھو اور نعلین پہنو اور موزے چھوڑ دو اور پاجامہ نہ پہنو اور اپنے باپ اسماعیل علیہ السلام کا لباس اختیار کرو اور اپنے کو ناز و نعمت اور عجمی شکل وصورت سے دور رکھو اور دھوپ میں بیٹھا کرو کہ دھوپ عربوں کا غسل ہے اور قوم معد کی طرح ہو جاؤ اور سخت لباس (موٹا کپڑا) پہننے کی عادت ڈالو۔ اونٹوں کے قافلے بناؤ اور جست کر کے گھوڑوں پر سوار ہو اور تیر اندازی کی مشق کرو اور ایک روایت یہ ہے کہ گھوڑوں کی پیٹھ پر کود کر سوار ہوا کرو۔''

نکاح بیوگان: ہندوؤں کی یہ بھی ایک بری عادت ہے کہ جب کسی عورت کا خاوند مر جاتا ہے تو اس کو اجازت نہیں ہوتی کہ وہ دوسرا شوہر کرے۔ یہ رسم عرب میں کبھی نہ تھی۔ آنحضرت ﷺ سے پہلے نہ آنحضرت کے زمانے میں اور نہ آنحضرت ﷺ کے بعد۔ خدا تعالیٰ اس شخص پر رحم کرے جو اس رسم کو مٹائے اور اگر یہ ممکن نہ ہو سکے تو عوام الناس سے (یہ مراسم) ختم کر سکے تو اپنے قبیلے میں عادات عرب کو جلدی جاری کرے اور اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو ان عادات کو برا سمجھنا چاہئے اور ان کا دل سے دشمن ہونا چاہئے کہ نہی منکر کا ادنیٰ مرتبہ یہی ہے۔

مہر کا زیادہ باندھنا: ہم لوگوں کی ایک بری عادت یہ ہے کہ بہت مہر مقرر کرتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے اپنے اہل بیت (ازدواج مطہرات) کا مہر جو ہم میں سے سب سے بہترین بارہ اوقیہ اور ایک نش مقرر فرمایا ہے جس کے پانچ سو درہم ہوتے ہیں اور جو عزت کہ ہمیں دین و دنیا میں حاصل ہے اس کی انتہا آنحضرت ﷺ پر ہوتی ہے۔

مراسم شادی: ہم لوگوں کی ایک بری عادات میں سے ایک عادت خوشی کے موقع پر فضول خرچی اور بہت سے رسوم کا مقرر کرنا بھی ہے۔ آنحضرت ﷺ نے ولیمہ اور عقیقہ کی دو خوشیاں مقرر فرمائی ہیں اور ان ہی دونوں کو اختیار کرنا چاہئے اور ان کے سوا سب ترک کرنا چاہئے اور ان کا التزام واہتمام نہیں کرنا چاہئے۔

مراسم موت: ہم لوگوں کی ایک بری عادت غمی کے موقع پر فضول خرچی کرنا ہے۔ سوئم، چہلم، ششماہی اور سالانہ فاتحہ ان تمام چیزوں کا عرب اول میں وجود نہ تھا۔ مصلحت یہ ہے کہ تین دن تک میت کے ورثاء کی تعزیت اور شبانہ روز ان کو کھانا کھلانے کے سوا کوئی اور رسم نہیں ہونی چاہئے۔ تین دن کے بعد کنبہ کی عورتیں جمع ہوں اور میت کی قرابت دار عورتوں کے کپڑوں میں خوشبو لگائیں اور اگر میت کی بیوی ہے تو عدت گزارنے کے بعد سوگ ترک کرے۔

عربی زبان ودینی علوم: ہم میں وہ شخص نیک بخت ہے جو عربی زبان، صرف ونحو اور کتب ادب سے مناسبت پیدا کرے اور حدیث وقرآن میں درک حاصل کرے۔ فارسی اور ہندی کتابوں، شعر وشاعری، معقولات اور ان کے علاوہ جن چیزوں کو ضروری سمجھ رکھا ہے ان میں مشغول ہونا اور تاریخ کا مطالعہ اور بادشاہوں کے واقعات اور مشاجرات صحابہ کا ملاحظہ

کرنا گمراہی در گمراہی ہے۔ اگر رسم زمانہ کے مطابق ان چیزوں میں مشغول ہونا ضروری ہو تو یہ بہت ضروری ہے کہ ان کو علم دنیا سمجھے اور ان سے نفرت کرے اور استغفار وندامت کا اظہار کرے اور ہمیں ضروری ہے کہ حرمین شریفین میں پہنچیں اور اپنے منہ کو ان آستانوں پر ملیں۔ یہ ہماری سعادت ہے اور اس سے روگردانی کرنے میں ہماری بدبختی ہے۔

وصیت ہشتم

تبلیغ سلام بہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام: حدیث شریف میں آیا ہے۔ ومن ادرك منكم عيسىٰ بن مريم فليقراء منى السلام (تم میں سے جو کوئی عیسیٰ بن مریمؑ کو پاوے تو چاہئے کہ وہ میرا سلام پہنچائے) اس فقیر (شاہ ولی اللہ دہلوی) کی بڑی آرزو ہے کہ اگر حضرت روح اللہ (علیہ السلام) کا زمانہ پاوے تو پہلا شخص جو سلام پہنچاوے وہ میں ہوں۔ اگر وہ زمانہ مجھے نہ ملے تو میری اولاد یا متبعین میں سے جو کوئی اس مبارک زمانے کو پاوے (وہ رسول اللہ ﷺ کے) سلام پہنچانے کی بہت آرزو کرے کیونکہ ہم لشکر محمدیہ کے آخری لشکر میں سے ہوں گے۔ (2)

توضیحات وحواشی

از قاضی محمد ثنا اللہ پانی پتی

(م 1225ھ۔1810ء)

اردو ترجمہ (3)

حاشیہ وصیت سوم (پیری ومریدی)

فقیر محمد ثنا اللہ کہتا ہے کہ شیخ کی مراد اس نصیحت سے یہ نہیں ہے کہ اس زمانے کے سب درویشوں کا منکر ہو جانا چاہئے اور ہرگز ان میں کسی کے ہاتھ پر بیعت نہیں کرنی چاہئے اور درویشوں کے حق میں بدگمان ہو جانا چاہئے اور ان کی کرامات کو بالعموم مکر وفریب پر حمل کرنا چاہئے اور ذوق وشوق اور اس حالت کی تاثیر کو جو حاضرین کے دلوں میں مؤثر کر دیتے ہیں حیوانی قوت کی تیزی تصور کرنا چاہئے اور بعض اچھے لوگ جو کسی نیک نیتی سے ان حالتوں کا اظہار کرتے ہیں لیکن اس بات کو کرامت نہیں سمجھے۔ بعض بیوقوف اس کو کرامت سمجھتے ہیں اور صرف صحیح بخاری اور صحیح مسلم اور حنفی اور شافعی کے فقہ کی کتابیں پڑھنی چاہئیں پھر جو خداوند تعالیٰ سچا شوق عطا فرمادے تو آداب واذکار اور پابندی اوقات کے لئے کتاب ''عوارف المعارف'' اور یادداشت پیدا کرنے کے لئے حضرات نقش بندیہ کے رسائل دیکھنے چاہئیں اور جب عبادت کے نور کی کیفیت اور ''یادداشت'' کی نسبت حاصل ہو جائے، اس پر مواظبت کرنا چاہئے کیونکہ اگر یہ معنی شیخ کے ہیں تو پس اس نصیحت کا سنانا مخلوقات کو علم باطن کی تحصیل سے سراسر باز رکھتا ہے جو انسان تمام عالم کی پیدائش سے اصلی مقصود ہے۔ اللہ

تعالیٰ فرماتا ہے

وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون (ای لیعرفون)

اور میں نے نہیں پیدا کیا جن وانس کو مگر اس واسطے کہ میری عبادت کریں۔ (یعنی میری معرفت حاصل کریں)

اور حدیث قدسی ہے:(4)

کنت کنزا مخفیاً فاجبت ان اعرف فخلقت الخلق لا عرف

میں تھا ایک پوشیدہ خزانہ پس میں نے دوست رکھا یہ کہ پہچانا جاؤں۔ پس میں نے پیدا کیا جہان کو تا کہ میں پہچانا جاؤں۔

اس نصیحت کا سنانے والا متقشف شیخ ہے جو لوگوں کو بخاری و مسلم اور ہدایہ پڑھوا کر زہد خشک کی طرف بلاتا ہے اگر اس طور پر خداشناسی حاصل ہو جاتی تو علم ظاہر کا ہر ایک عالم ولایت کے مرتبہ کو پہنچ جاتا اور ''عوارف المعارف'' ورسائل حضرات نقش بندیہ کے مطالبعہ سے اگر (دلی مقاصد) کا دروازہ کھل جاتا تو مجذوبیت اور سالکیت کی نسبت حاصل کرنے کی ضرورت نہ پڑتی اور ذکر کی کثرت اور اوقات کی پابندی سے عبادت کا نور ہاتھ آجاتا ہے مگر دوام حضور اور ''یادداشت'' میسر نہیں ہوتی ہے اور زہد خشک اور عبادت کے نور سے کب تک قربیت کے مراتب طے کر سکتا ہے۔ حضرت مولوی معنوی روم فرماتے ہیں۔

سیر زاہد در شب یک روزہ را　　سیر عارف ہر شے تا تخت شاہ

حضرات صوفیہ قدس اللہ اسرارہم نے قربیت کا ادنیٰ مرتبہ خداوند تعالیٰ کے فرمان کے مطابق پچاس ہزار برس کا راستہ قرار دیا ہے۔ قولہ

تعرج الملئکة والروح الیه فی یوم کان مقداره خمسین الف سنة.

فرشتے اور روح خداوند تعالیٰ کی طرف بلند ہوتے ہیں۔ ہر روز جس کا اندازہ پچاس ہزار برس کا راستہ ہے۔

پس آدمی انسانی طبعی عمر میں عبادت میں کوشش کرنے سے اس قدر مسافت کب طے کر سکتا ہے بلکہ اس نصیحت کا کرنا درویشوں کی جماعت کی طرف بدگمانی کا سبب ہوگا اور قرآن وحدیث اور (بزرگوں) کے اقوال کے خلاف (ہوگا) بیت

ہر کرا جامہ پارسا بینی　　پارسا دان و نیک مرد انگار

خداوند تعالیٰ فرماتا ہے:

ظن المومنون والمومنات بانفسهم خیرا

مومنین اور مومنات اپنے اور دوسروں کے حق میں حسن ظن رکھیں۔

بلکہ شیخ کی مراد یہ ہے کہ ہمیشہ عالم لدنی کی طلب میں رہنا چاہئے اور صوفیا کرام کی نسبتوں کو غنیمت کبریٰ جاننا چاہیے اور اہل اللہ کی تلاش کرنی چاہئے۔ پس ایسے بزرگ کو پالے کہ جس کی صحبت جذبیہ نسبت کی کنجی ہو اور اس کی صحبت کی تاثیر خلقت کے دلوں میں جانشین ہوتی ہو تو اس سے صحبت رکھنی چاہئے تا کہ مطلوبہ حالت یعنی ''یادداشت'' اور دوام حضور حاصل ہونے کی مہارت پیدا ہو جائے گی۔ مگر علم لدنی ایک چھپی ہوئی چیز ہے اور حق باطل کے ساتھ مشتبہ ہے اور جس جگہ

زیادہ نفع کی امید ہوتی ہے وہاں کثرت نقصان کا بھی اندیشہ ہوتا ہے اور جہاں کہیں خزانہ ہے سانپ اور چور کا احتمال ہوتا ہے اس واسطے بیعت کرنے اور کسی کے ہاتھ میں ہاتھ دینے میں لازم ہے کہ جلدی نہ کرے۔ ایسا نہ ہو کہ اس کا ہاتھ کسی شیطان کے ہاتھ میں پڑ جائے اور ہاتھ سے ایمان جاتا رہے۔ جب تک پورا کامل و مکمل مرشد نہ ملے ہرگز مرید نہ ہووے اور یہ نصیحت صرف اس زمانے والے کے لئے نہیں ہے بلکہ اگلے بزرگوں نے بھی ایسا ہی فرمایا ہے۔ فرماتے ہیں بیت

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست　　پس بہر دستے نشاید داد دست

اور شیخ سعدی فرماتے ہیں

نگہ دارد آں مرد درکیسہ در　　کہ داند ہم خلق راکیسہ بر

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

الحزم سوء الظن (5)　　ہوشیاری بدگمانی ہے۔

خداوند تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

ان جاء کم فاسق بنبا فتبینوا

اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لاوے تو چھان بین کرو۔

اس آیت، حدیث اور بزرگوں کے اقوال سے یہ مراد ہے کہ تمام مخلوق سے حسن ظن رکھنے کے باوجود دھوکا نہیں کھانا چاہیے۔ علم ظاہر و باطن کے حاصل کرنے میں احتیاط کرنی چاہئے اور بغیر تحقیق غیر معتبرین سے دین حاصل نہ کرنا چاہیے۔

اور شیخ کی مراد یہ بھی ہے کہ پورے کامل مرشد کی تحقیق میں یہ دیکھنا شرط نہیں ہے کہ صاحب کرامات اور خطرات قلبی پر خبردار اور اہل ذوق وشوق ہو کیونکہ ان میں سے بعض چیزوں میں جوگی اور اہل فلسفہ بھی شرکت رکھتے ہیں اور یہ امور نیک بختی کی دلیل نہیں ہیں اور بعض دوسرے احتمالات بھی ہیں جن کو بیان فرمایا لیکن حضرت نے یہ بیان نہ فرمایا کہ وہ کونسی چیز ہے جو مرشد کے کامل و مکمل ہونے پر دلیل ہے اور اس کی طرف مرید رجوع ہو فقیر وہ بات لکھتا ہے۔ جان تو اے طالب (خدا تجھ کو نیک بخت کرے) پہلے چاہئے کہ مرشد کو شرع شریف اور قرآن مجید اور حدیث شریف پر عمل کرنے والے دیکھے تاکہ پرہیزگار کا اطلاق اس پر ممکن ہو کیونکہ حق تعالیٰ نے ولایت کو پرہیزگاری میں منحصر کر کے فرمایا:

ان اولیا وہ الا المتقون　　پرہیزگار اللہ تعالیٰ کا دوست ہے۔

اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ بعض اولیاء اللہ نے ملامت کئے جانے کا طریقہ اختیار کر رکھا تھا ظاہرا ان سے پرہیزگاری کی نشانی نظر نہیں آتی تھی اور بعض لوگوں کو ان سے باطنی فیوض پہنچے جواب دیا جائے گا کہ شاذ و نادر ہے اور کثرت کا اعتبار کیا جاتا ہے اور نیز شریعت اور عقل حکم کرتی ہے کہ نفع کے حاصل کرنے سے نقصان کا احتمال ہو وہاں سے بھاگنا چاہئے اور جو شخص ظاہرا پرہیزگار کی صورت رکھتا ہو اس کی صحبت میں بیٹھنا اور اس کے ہاتھ پر بیعت کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں ہے اور نقصان کا احتمال وہاں نہیں پایا جاتا ہے۔ چاہے اس سے فائدہ پہنچے یا نہ پہنچے پھر اگر اس کی صحبت نے

تاثیر کی اور وہ تاثیر علمائے ظاہر اور باطن کے نزدیک معتبر ہو ایسے شخص کی صحبت کو اکسیر سمجھنا چاہئے اور غنیمت شمار کرنا چاہئے اور اگر اس کی صحبت نے تاثیر نہیں کی یا وہ تاثیر بزرگوں کے نزدیک معتبر نہ ہو اس کی طرف نیک گمان رکھ کر ان کی صحبت ترک کر دے اور کسی دوسرے سے خدا کا راستہ تلاش کرے کیونکہ مقصود خدا ہے نہ وہ مرد۔

رباعی

باہر کہ نشستی و نشد جمع دلت — وز تو نہ رمید کلفت آب و گلت
زنہار صحبتش گریزاں می باش — ورنہ نکند روح عزیزاں بحلت

اور اگر کوئی کہے جس تاثیر کو بزرگوں نے معتبر جانا ہے واضح طور پر بیان کرنا چاہئے' کہا جائے گا کہ وہ تاثیر یہ ہے کہ اس کی صحبت میں ایسی حالت پیدا ہو کہ دل دنیا سے سرد ہو دے اور خدا تعالیٰ اور اس کے دوستوں کی محبت اور اچھے کام اور نیکی کی توفیق اور برے کاموں سے پرہیز اور بے زاری حاصل ہو جاوے اور اس کی صحبت سے بمقتضائے

اذا ذکرو ذکر اللہ (6) — جب یہ یاد کئے جاویں خدا یاد آوے۔

اور ہمیشگی کی حضوری نصیب ہو جائے اور خدا کی یاد میں تسلی اور دل جمعی ہاتھ آوے اور جس قدر اچھے کام کرے اور اس سے جو نسبت اور حالت اس کو حاصل ہو اس میں قوت معلوم ہو اور اس شخص سے جس قدر معصیت ظاہر ہوتی ہو اس سے اس کو تنگ دلی اور بے اطمینانی پیدا ہو اور جو نسبت اور حالت کہ اس بزرگ سے اس کو ہاتھ لگی تھی، وہ دور ہو جاوے۔ رسول کریم ﷺ کا ارشاد ہے

اذا اسرتك حسنتك و اساءت سيتك فانت مومن

جب خوش کرے تجھ کو تیری کوئی نیکی اور ناخوش کرے تجھ کو تیری کوئی بدی تو پس تو مومن ہے۔

اس تسلی اور تنگی سے مراد ہے کہ ایسے بزرگ کو جس کی صحبت یہ تاثیرات رکھتی ہو' مرد کامل جاننا چاہئے کیونکہ وہ شخص آنحضرت ﷺ کی شریعت کا پابند اور خدا شناسی کے لئے فائدہ بخشنے والا اور عبادت کی طرف نزدیک کرنے والا اور گناہوں سے باز رکھنے والا اور نکمی عادتوں، گھمنڈ، بڑائی، ریا، حسد، کینہ، مال و دولت کی محبت اور ایسی ہی چیزوں کا دورہ کرنے والا اور اچھی عادات (7) حب فی اللہ اور بغض فی اللہ اور اخلاص، صبر، شکر، رضا، دنیا اور اس جیسے سے بچنے کے لئے مفید ہیں۔ ایسا کامل مکمل شخص اگر مل جائے تو اس کی صحبت کو غنیمت جاننا چاہئے اور اپنے کو

کالمیت بین یدی الغسال — جیسے مردہ نہلانیوالوں کے ہاتھ میں۔

اس کے اختیار میں دے دینا چاہئے اور جو حالات و کیفیات پیدا ہوں ان کو شریعت کی ترازو میں تولنا چاہیے۔ اگر شریعت اس کو قبول کرے تو قبول کرنا چاہئے اور اگر شرع اس کو رد کرے تو رد کرنا چاہئے اور وجد و شوق وغیرہ حالات جو بے اختیار ظہور میں آویں اس میں وہ معذور ہے لیکن شرط یہ ہے کہ وہ اپنے قصد و ارادہ سے ان حرکات میں سے کوئی حرکت نہ کرتا ہو جن کو عقل و شرع پسند نہیں کرتے اور بزرگوں نے ان باتوں کو پسند نہیں کیا ہے اور جھوٹوں کا اعتبار نہیں اور کون سی خوبی اور خوش نیتی اس میں ہوگی کہ پاگلوں کی حرکتوں کو عقل مند اپنے اوپر جائز رکھیں۔ یہی ہے جو شیخ نے فرمایا کہ صوفیا کے رسوم محض

بے اعتبار ہیں۔

حاشیہ وصیت چہارم (اختلاف علمائے حال وقال)

فقیر محمد ثنا اللہ کہتا ہے کہ شیخ کے کلام کا حاصل یہ ہے کہ صوفیا فنا و بقا کو اصلی مقصود جانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ شارع نے اس کو خاص لوگوں کے واسطے فرمایا ہے اور ظاہری شریعت عام لوگوں کے لئے اور متکلمین کا قول ہے کہ شرع کے فرمان کے سوا اور کوئی چیز مقصود نہیں اور حضرت شاہ ولی اللہ کہتے ہیں کہ ظاہری شریعت کہ متکلمین جس کے قائل ہیں وہ انسانی صورت نوعیہ کا مقتضی ہے۔ یعنی جب کہ وہ انسان انسانی صورت میں ہے اس پر شریعت کے ظاہری احکام جاری رہیں گے اور انسان میں صورت نوعیہ ہونے کی وجہ سے سب آدمی (عوام وخواص) برابر ہیں اور افراد کی صورت نوعیہ کو اس میں کچھ دخل نہیں ہے اور فنا و بقا اور استہلاک وغیرہ کہ جن کو صوفیائے کرام مقصود قرار دیتے ہیں وہ بعض افراد کی خصوصیت کے اعتبار سے مطلوب ہوتے ہیں۔ وہ شریعت کا حکم نہیں ہے یعنی زبان شرع اس سلسلہ میں خاموش ہے بلکہ فرد کی خصوصیت کی وجہ سے حالات اس کے متقاضی ہوئے ہیں اور شارع کا کلام صراحتاً یا اشارۃً اس پر محمول نہیں ہے۔ شاید کوئی اعتبار کے طور پر سمجھ جائے۔ (شاہ صاحب) کے اس کلام کا خلاصہ یہ سمجھا جاتا ہے کہ شریعت اور چیز ہے اور فنا و بقا وغیرہ صوفیا کرام کے مطالب اور چیز جو شرع سے حاصل کئے گئے مگر اعتبار کے طور پر اور فقیر کے نزدیک حق یہ ہے کہ صوفیا کرام کے مطالب فنا و بقا وغیرہ شرع سے صراحۃً ثابت ہیں کیونکہ صوفیائے کرام کے چند عمدہ مطالب ہیں۔ پہلا تصفیہ قلب یعنی اللہ کے سوا دوسری چیزوں سے دل کو بے تعلق کرنا اور اس کی یاد میں ہلاک ہو جانا یہاں تک کہ یاد کرنے والا اپنے کو بلکہ یاد کرنا بھی بھول جائے اور اس حالت کا نام صوفیائے کرام کے نزدیک ''یادداشت'' اور ''دوام حضور'' اور ''فنائے قلب'' ہے اور شرع کی زبان میں اس کا نام احسان ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ان تعبد اللّٰہ کانك تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراك [8]

(احسان یہ ہے) کہ خدا تعالیٰ کی عبادت کرے گویا تو اس کو دیکھتا ہے پس اگر تو اس کو نہیں دیکھتا ہے تو وہ تجھ کو دیکھتا ہے۔

مولانا روم فرماتے ہیں۔

دفتر صوفی، سواد و حرف نیست　　خبر دل اسپیدہ ہم چوں برف نیست

اور حضرت سرور کائنات ﷺ اسی موقع پر ارشاد فرماتے ہیں۔ [9]

الا ان فی جسد بنی آدم مضغۃ اذا صلحت صلح الجسد کلہ واذا فسدت فسدالجسد کلہ الا وھی القلب.

جان تو بیشک آدمی کے جسم میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے۔ جس وقت وہ درست ہوتا ہے درست ہوتا ہے تمام جسم اور جب وہ فاسد ہوتا ہے تو فاسد تمام جسم، جان لے کہ وہ دل ہے۔

اور دوسری حدیث شریف میں جو آیا ہے کہ بندہ جب گناہ کرتا ہے اس کے دل میں ایک سیاہ نقطہ رکھا جاتا ہے یہاں تک کہ وہ سیاہی تمام دل کو گھیر لیتی ہے اور اس کی ضد قلب کی صفائی ہے دوسرے اخلاق رذیلہ سے نفس کو پاک کرنا اور اچھی عادتوں کے ساتھ آراستہ و پیراستہ کرنا اور تصوف کی زبان میں اس کو نفس کے فنا اور بقا سے تعبیر کرتے ہیں۔ اخلاق رذیلہ کی حرمت اور اخلاق حمیدہ کے وجوب کو شرع زور شور سے ثابت کر رہی ہے یہاں تک کہ ہاتھ پیر وغیرہ کے اعمال اس سلسلے میں بالکل بے اعتبار ہیں۔ ریا یعنی دکھاوے کی نماز وغیرہ جس میں اخلاص نہ ہو وہ داخل لہو ہے اور اکثر مباح اعمال جو نیک نیتی سے کئے جاتے ہیں جزائے نیک اور مقامات طے کرنے کی قربت کے سبب ہو جاتے ہیں جن کو صوفیائے کرام کرتے رہتے ہیں۔۔ پیغمبر علیہ السلام مؤکد فرماتے ہیں (10)

لایزال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتی اجبته فاذا اجبته کنت سمعه الذی یسمع بی الخ

میرا بندہ میری طرف ہمیشہ قریب ڈھونڈتا ہے۔ نفل عبادتوں کے ساتھ یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرتا ہوں پھر جو میں اس سے محبت کرتا ہوں ہو جاتا ہوں اس کا کان کہ وہ سنتا ہے مجھ سے آخر حدیث تک۔

اس حدیث سے وحدت وجود اور وحدت شہود والوں نے اپنی اپنی سمجھ کے مطابق مطالب نکالے ہیں اور لایزال کا کلمہ قربیت کے لئے بے انتہا درجہ پر دلالت کرتا ہے۔ پس اس سے صوفیائے کرام کے مطالب شرع سے اعتبار کے ساتھ ثابت ہیں۔ پس متکلمین نے جو کہ مطالب مذکورہ شرع سے ثابت نہ ہونے کی وجہ سے بے مطلب ہیں درست ہے کیونکہ بعض متکلمین نے شریعت کے بعض احکام پر کہ شرع نے جس پر حکم کیا ہے، عمل نہیں کیا ہوگا جیسا کہ بعض آدمیوں کو حج میسر نہ ہو۔ ایسے ہی بعض لوگوں کو تصفیہ قلب اور تزکیہ نفس نصیب نہ ہوا اور صوفی نے جو کہا ہے کہ فنا اور بقا اور استہلاک اصلی مقصود ہے اور دوسرے شرعی احکام اس کے مقابلہ میں کچھ اعتبار نہیں رکھتے یہ حق ہے کیونکہ بغیر اخلاص کے نماز روزہ کچھ فائدہ نہیں بخشتے اور احسان کا درجہ السلام کے مراتب سے از روئے شرع فوقیت رکھتا ہے۔ انسان کی صورت نوعیہ نے زبان حال سے مبداء فیاض سے شرع کو مانگا تو اس میں سب سے پہلے تصفیہ قلب اور تزکیہ نفس ہی ہے اگرچہ ظاہر میں بعض لوگوں کو یہ دولت نصیب نہ ہوئی جیسا کہ دوسرے بعض آدمیوں کو ظاہری اعمال بلکہ ایمان بھی میسر نہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم ثم رددناه اسفل سافلین.

البتہ پیدا کیا ہم نے انسان کو نہایت اچھی صورت کے ساتھ پس کر دیا ہم نے اس کو سب سے بڑا مردود یعنی جب کافر ہوا اسلامی فطرت کو ضائع کر ڈالا۔

یعنی انسان کی استعداد بڑی ہے۔ شرع ایسا تقاضا کرتی ہے جو فی احسن تقویم کی طرف اشارہ ہوتا ہے اور چونکہ بعض لوگوں نے اس استعداد کو ضائع کر دیا ہے اس لئے **اسفل السافلین** میں گرائے گئے۔ کمالات کے حاصل کرنے میں افراد کی خصوصیت کو دخل ہے۔ اصل اقتضا میں نہیں ہے۔ حاصل کلام شیخ نے جو فرمایا ہے کہ انسلاخ اور استہلاک کے مقدمات میں افراط اور ہر کس و ناکس کا اس میں مشغول ہونا ملت مصطفویہ میں ایک بڑا مرض ہے، فقیر کی ناقص سمجھ میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے (11)

اکثروا ذکر اللہ حتی یقولوا مجنون

خدا کا ذکر زیادہ کرو یہاں تک لوگ تم کو دیوانہ کہنے لگیں۔
کل انسانوں کے لئے عام حکم ہے۔

حاشیہ وصیت پنجم (صحابہ کرامؓ کے متعلق اعتقاد)

فقیر محمد ثنا اللہ کہتا ہے کہ امامیہ مذہب کے جھوٹے ہونے کی بابت حضرت شیخ کو رسالت مآب ﷺ سے جو کچھ واضح طور پر معلوم ہوا ہے اس کا عقیدہ نبوت کے ختم کا انکار لازم کرتا ہے۔ فقیر پر بھی اسی طرح پر ظاہر ہوا ہے جس کو فقیر نے شمشیر برہنہ (12) میں پورے طور پر لکھ دیا ہے جو چاہے اس میں دیکھ لے اور حضرت شیخ نے جو کچھ ائمہ اثنا عشر کے قطب ہونے کے ثبوت کی بابت تحریر فرمایا ہے اس مضمون کو جناب امام ربانی قطب ربانی مجدد الف ثانیؒ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی بیت کی شرح میں ارقام فرمایا ہے۔

افلت شموس الاولین و شمسنا
ابداً علی افق العلیا لاتغرب

(اگلوں کے آفتاب غروب ہو گئے اور ہمارا آفتاب بلندی کے کنارے پر ہمیشہ رہے گا اور غروب نہ ہوگا)۔

اور فقیر نے یہ بھی ''شمشیر برہنہ'' میں لکھا ہے لیکن حضرت شیخ نے جو فرمایا کہ اصحاب کے آپس کے اختلافات میں آدمیوں کے گروہوں نے خطا کی ہے اور انہوں نے لعنت اور طعنہ کرنے والوں کو جیسا خاطی فرمایا ہے ویسے ہی ان کو جو یہ گمان کرتے ہیں کہ سب اصحاب آپس میں صاف دل تھے اور ہرگز ان کے درمیان کسی قسم کا اختلاف نہیں ہوا ہے، خطا کار تصور فرمایا اور یہ بیان کیا کہ ان کا یہ گمان سراسر وہم اور مشہور حدیث کے ساتھ مخالفت کر رہا ہے۔ فقیر گمان کرتا ہے کہ ان کو خطا کار ٹھہرانے میں شیخ نے خطا کی ہے اور حق یہ ہے کہ یہ اصحاب کرام آپس میں صاف دل تھے۔ قرآن مجید اس امر کا شاہد ہے۔ جناب باری تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

رحماء بینھم..... اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

الف بین قلوبھم لوما انفقت ما فی الارض جمیعاً ما الفت بین قلوبھم ولکن اللّٰہ الف بینھمo

اور جن کے دلوں کے درمیان خدا تعالیٰ نے الفت ڈال دی اگر تم خرچ کرتے جو کچھ زمین میں ہے سب کے سب ہرگز تم ان کے آپس میں الفت پیدا نہیں کرا سکتے مگر یہ کہ خدا تعالیٰ نے ان کے درمیان محبت ڈال دی۔

اور مشہور حدیث ان کے ظاہری اختلافات پر دلالت کرتی ہے اور نہ ان بزرگوں کے سینہ کے کینہ پر اور ظاہری اختلاف سینہ کے کینوں پر دلالت نہیں کرتا اور اگر بعض حدیثیں اصحاب کرام میں سے کسی خاص بزرگ پر یہ دلالت کرتی ہیں کہ وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے بغض رکھتے تھے اگرچہ یہ صحت کے درجہ کو پہنچی ہو مگر حدیث آحاد ہے جو یقین کرنے کا سبب نہیں ہو سکتی اور یہ ممکن نہیں ہے کہ اس میں تاویل نہ ہو سکے پھر وہ حکم اکثر پر نہیں پھر ایک بزرگ پر لگایا جا سکتا ہے بلکہ ظاہر یہ ہے کہ یہ

اختلافات اجتہادی خطا سے ہوئے ہیں جیسے حنفی اور شافعی مذہب کے اختلافی مسائل ہیں اور اگر ان تمام اختلافات کو محض خطا پر مبنی سمجھا جائے تو حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما جو جناب علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہ کے مقابلہ میں جمل کی لڑائی میں شہید ہوئے ہیں، شہید نہیں ہوں گے کیونکہ باغیوں کو شہید نہیں کہہ سکتے حالانکہ بعض صحیح احادیث سے ان کی شہادت ثابت ہے۔ رسول مقبول نے فرمایا ہے (13)

فانما علی نبی او صدیق او شهید

(مشکوٰۃ شریف میں حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ حوا پہاڑ پر آنحضرت ﷺ، حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ تھے۔ یکا یک ایک پتھر ہلنے لگا۔ حضرت علی نے فرمایا مت ہل کیونکہ تجھ پر ایک نبی اور ایک صدیق اور ایک شہید ہیں)۔

اور اس وجہ سے حضرت مجدد الف ثانی نے اس شخص کا کہ جس نے اس خطا کر خطائے منکر کہا ہے، رد وانکار فرمایا ہے اور شیخ نے جو یہ فرمایا کہ اگرچہ بعض عوام صحابہ سے ممکن ہے کہ ایسی چیزیں وقوع میں آئی ہوں کہ اگر ان جیسی چیزیں اوروں سے سرزد ہوتیں تو ان پر طعن وجرح کیا جاسکتا لیکن ہم مامور ہیں کہ ان کی برائیوں سے زبان سے روکیں اور ہم ایک مصلحت کی وجہ سے ان کو برا کہنے اور طعن کرنے سے منع کئے گئے ہیں اور وہ مصلحت یہ ہے کہ ان پر جرح کرنے سے رسول مقبول ﷺ کی روایت منقطع ہوتی ہے اور روایت کے منقطع ہونے سے دین کی خرابی ہے۔ یہ سب عبادت اس ناقص العقل کی ناقص عقل میں نہیں آتی ہے۔ صحابہ کرام کا باہمی نزاع جو مذکور ہوا کسی معتبر ذریعہ سے ثابت نہیں ہے۔ جو بات غیر صحاب میں جرح اور طعن کا سبب ہو کیوں اصحاب کرام میں طعن اور جرح کا سبب نہ ہوگی؟ حدود اور تعزیرات جیسے غیر اصحاب میں جاری ہیں ویسے ہی اصحاب کرام میں جاری ہوئیں۔ پس یہ کہنا کہ اصحاب کبار میں سے ایک جماعت کی حدیثیں امت نے اس وجہ سے مانیں کہ اگرچہ ان پر طعن کرنے کے اسباب بھی پائے جاتے تھے مگر کسی مصلحت سے وہ طعن موقوف رکھا گیا صحیح نہیں بلکہ درحقیقت ان پر طعن کرنے کا سبب نہیں پایا جاتا ہے اور اسی وجہ سے آنحضرت ﷺ نے فرمایا

خیر القرون قرنی الخ — سب زمانوں سے اچھا میرا زمانہ ہے

اور حق سبحانہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

کنتم خیر امة اخرجت للناس — ہو تم اچھے گروہ نکالے گئے ہو واسطے آدمیوں کے۔

الصحابة کلهم عدول — اصحاب کے باوسب سے سب عادل ہیں۔

اور اگر یوں ہی مان لا جائے کہ حدیث شریف کے رد کرنے کی علت بعض اصحاب کبار میں پائی جاتی ہے اور کسی مصلحت کی وجہ سے ان کی مروجہ حدیثیں رد نہیں کی جاتیں۔ اس صورت میں ان پر کون سا اعتبار باقی رہے گا جو خبر حقیقت میں منقطع ہے اور اعتبار کے لائق نہیں ہے اس کو منقطع نہ کہنا اور اس پر اعتبار کرنا گویا دین میں پورے طور پر خلل پیدا کرنا ہے جیسا کہ عقلمندوں پر پوشیدہ نہیں۔ پس ان کی برائی سے کف لسان کرنا ان کے پاک ہونے کی کی دلیل ہے۔ ان کی شان میں یہ حدیث وارد ہوئی ہے

اصحابی کالنجوم فبایهم اقتدیتهم اهتدیتهم

میرے اصحاب سب کے سب ستاروں کی مانند ہیں۔ پس تم نے جس کی بھی پیروی کی ہدایت نصیب ہوئی۔
نہ یہ کہ باوجود ان کی برائیوں کے برائی کے ساتھ ان کو یاد نہ کرنے کے لئے ہم حکم کئے گئے کیونکہ محض برائی کے ساتھ یاد نہ کرنے کا تو عام حکم ہے۔ ہم کسی مسلمان کو امت میں سے برا نہ کہیں اور تمام مسلمانوں کی غیبت سے باز رہیں۔

حاشیہ وصیت ہفتم (مخالفتِ رسومِ عجم و ہند)

فقیر محمد ثنا اللہ کہتا ہے کہ اس سے مراد آنحضرت ﷺ کا پورا اقتداء کرنا اور سچی محبت پیدا کرنی ہے اور اس کی بعض باتوں پر عمل نہ کرنے سے جیسے شادی وغمی میں ناحق فضول خرچی کرنا ملامت کیے جانے اور گناہ گاہ ہونے کے باعث ہے مگر پوشاک جیسے چادر، تہبند، نعلین اور اسی طرح کی دوسری چیزیں اس زمانے میں انگشت نما ہونے کا سبب ہیں۔
آنحضرت ﷺ نے انگشت نمائی سے منع فرمایا ہے جیسے یہ حدیث

حسب امراء من الشران یشار الیه بالاصابع فی دینه او دنیاه

مرد کے لئے یہ کیا تھوڑی برائی ہے کہ اشارہ کیا جائے اس کی طرف انگلیوں سے اس کے دین یا اس کی دنیا میں
پس چاہیے کہ عوام مومنوں کی طرح لباس پہنیں اور حضرت عمرؓ نے جو تہبند، چادر اور نعلین وغیرہ پہننے کے واسطے فرمایا تھا اس زمانے میں سب مسلمانوں کی وہی عادت تھی لہٰذا امتیاز اور انگشت نمائی کا سبب نہ تھی پھر لوگوں نے فرق کر لیا۔

تصنیفِ رنگین

آغاز

1 یا الٰہی تو مجھ کو دے توفیق — نیک توفیق ہوئے میری رفیق
2 تا بنے مجھ سے دین کا کچھ کام — دل کو تسکین ہو، جی کو ہو آرام
3 میرا دنیا سے دل اچٹ جاوے — صاف اِدھر سے اُدھر کو ہٹ جاوے
4 بن ترے اور سے رکھے نہ یہ کار — رکھے تیرا ہی دھیان لیل و نہار
5 جی میں ہے ایسی مثنوی کہوں ایک — پڑھ کے تعلیم ہوں جس سے بدو نیک (14)
6 دو سو اور ساٹھ اس کے ہوں اشعار — بیش و کم ایک بھی نہ ہو زنہار

7 اور ایسا کچھ اس کا ہوئے بیان — جس سے احکام شرع ہوئیں عیاں
8 سو لکھا چاہتا ہوں یہ احوال — گوش دل سے سن اس کو کر کے خیال
9 لڑکا جس روز سے کہ ہو پیدا — اور جی کر بہت وہ ہو بوڑھا
10 پیدا ہونے کے دن سے مرنے تک — لکھوں احوال اس کا میں یک یک
11 جب وہ اس خاکداں سے جائے گزر — یعنی اپنی اجل سے جائے وہ مر
12 اتنے عرصہ میں وارث اس کے ساتھ — کریں کیا کیا مدام ہاتھوں ہاتھ
13 اس سے جو جو معاملہ ہے ضرور — شرع موجب لکھوں وہ تا مقدور
14 کروں تحقیق کر کے اس کو رقم — کہ نہ ہو بیش اس سے اور نہ کم
15 گرچہ جی میں یہ بات ہے ٹھانی — پر مجھے یہ سخت حیرانی
16 کہ مسائل کا ہے بیان مشکل — اس پہ یوں ہی چلا نہ بیٹھے دل (15)
17 ہیں مسائل، مقدمات دیں — علم فقہ و حدیث مجھ کو نہیں
18 اس کے قابل نہیں ہے میری زباں — نظم میں کس طرح کروں گا بیاں
19 کہہ گیا تھا قدیم ایک استاد — وہ مجھے بر محل ہے آیا یاد
20 ''مثل من نیست در جہاں ثانی — حروف خوانے زلوح نادانی''
21 گرچہ حیران میں ہوں اے رنگین — پر مرے دل کو اس سے ہے تسکین
22 کہ وہ مرا کریم ہے ستار — وہی کردے گا میرا بیڑا پار
23 اس کا گر ہو کرم تو ہو سب کچھ — اس کے بن فضل ہو سکے کب کچھ
24 میں اسی فکر میں تھا گھبرایا — کہ یہ میرے خیال میں آیا
25 شاہ عبدالعزیز کے والد — ایک رسالہ گئے ہیں لکھ بے ضد (16)
26 ہے وصیت کے طور سے وہ تمام — اس سے ہیں بہرہ مند خاص اور عام
27 وہ کہیں سے جو میرے ہاتھ آوے — تو مری آرزو نکل جاوے
28 بارے مدت میں اب وہ ہاتھ آیا — شکر للہ کہ سب وہ ہاتھ آیا
29 جی میں آیا کہ نظم ہو جو یہ سب — تو میرا حاصل اس سے ہو مطلب
30 نثر یہ نظم ہو جو مجھ سے تمام — تو سند سمجھیں اس کو خاص اور عام
31 عمل خیر یہ رہے مجھ سے — عرض ہے اے کریم یہ تجھ سے
32 جو پڑھے اس کو سر وہ کرنگا (17) — مانگے رو رو کر یہ میرے حق میں دعا
33 اور تجھ کو بھی رحم آجاوے — تو گنہ میرے عفو فرما دے
34 کریں سب دوست میرے اس پہ عمل — ان کی فہمید میں نہ آوے خلل

35 میرے حق میں دعائے خیر کریں — غصے ہو کر نہ مجھ سے بیر کریں
36 جتنی میری ہے آل اور اولاد — رکھے ہر ایک اس کو پڑھ کر یاد
37 سیر ہو ایک دم نہ اس سے کوئی — رکھے باہر قدم نہ اس سے کوئی
38 جو مسلمان ہے وہ مانے اسے — معتبر اور صحیح جانے اسے
39 اس کے احکام جو کرے نہ قبول — اس سے راضی نہ ہوں خدا اور رسول
40 اسی امید پر اٹھا کے قلم — اب تو کرتا ہوں اس کو یوں میں رقم

2- بیانِ شرک (18)

41 ہے تجھے وقت فرصت آج اے دل — پہلے کر شرک کا علاج اے دل
42 تجھ سے کہتا ہوں میں، یہ بات ہے سچ — شرک آفت بڑی ہے، اس سے بچ
43 فکر اسلام میں تو رہ دائم — پہلے کر اپنے دین کو قائم
44 وہی خالق ہے، ٹھیک اس کو جان — وحدہ لاشریک اس کو جان
45 کون پہنچا سکے ہے نفع و ضرر — التجا اس بن (19) اور سے مت کر
46 خیر و شر اس کی طرف سے ہی جان — اور کہنا کسی کا تو مت مان

3- بیانِ رسوماتِ خلق

47 خلق میں ہے یہ رسم جس کا اسم — سو وہ ہے رسم ایک، ہزاروں قسم
48 رسم ہو خوب یا کہ ہوئے بری — پھیر دے تو گلے پہ سب کے چھری
49 کیونکہ خرچ اس میں یا تو ہوگا مال — یا حرج ہوگا تجھ کو اس میں کمال
50 ہیں بظاہر یہ دو ترے نقصان — نفع کی بات ہے اسے تو مان
51 کر ارادہ تو پہلے فتویٰ کا — بن تو پھر پیرو اہل تقویٰ کا
52 اپنی فتویٰ سے بسر اوقات — لیکن تقویٰ کا دھیان رکھ دن رات
53 میرا مذہب ہے مذہب حنفی — سب پہ روشن ہے یہ جلی و خفی
54 چاروں مذہب کو جانتا ہوں حق — لیک بھاتا ہے مجھ کو اس کا نسق
55 سو میں اس کا بیان کرتا ہوں — خوب سا چھان چھان (21) کرتا ہوں
56 پر تو سننے کے کان پیدا کر — دین و دنیا کا مان پیدا کر (22)

57 سن کے اس کو نہ ہو کے بیٹھ تو سن[20] دھیان رکھ گوش دل سے اس کو سن
58 جب تو دارالبقا کو جاوے گا ثمر اس کا وہاں تو پاوے گا
59 کر سب احکام شرع کو تو قبول تا کہ خوش تجھ سے ہوں خدا اور رسول
60 اب سن احکام شرع کا تو بیان تا کہ ہو جائے سب وہ تجھ پہ عیاں

4- بیانِ تولدِ اولاد

61 جس کے پیدا ہو آل یا اولاد اس کو لازم ہے وہ رکھے یہ یاد
62 دے اذاں گوش راست میں یک بار چپ میں تکبیر کو کرے اظہار
63 سات دن تک کرے کچھ اور نہ ذکر ساتویں دن کرے عقیقے کی فکر
64 ہے جو لڑکا تو بکرے دو وہ لے ذبح للہ ان کو وہ کردے
65 اور جو لڑکی ہے تو تو ہے یوں نیک بکرا[23] بازار سے منگاوے ایک
66 لیک ثابت ہوں اس کے ناک اور کان کسی عضو اس کے میں نہ ہو نقصان
67 احتیاط اس کی مثل قربانی سنت انسان[24] پر ہے اے جانی
68 شرط قربانی میں ہیں جو احکام ان ہی شرطوں کو اس میں کر تو تمام
69 نر و مادہ کا کچھ نہیں ہے فرق کرلو اپنی چھری کو خون میں غرق[25]
70 پہلے سنت عقیقہ تھا بہ صلاح اب اسے جان رکھ کہ ہے یہ مباح
71 گر تو اس کو کرے تو ہے یہ خوب نہ کرے تو نہیں ہے کچھ معیوب
72 اس کے سر پر سے اتریں جتنے بال وزن چاندی کے ساتھ انہیں کر ڈال
73 دے فقیروں کو مستحب اسے جان کچھ یہ واجب نہیں ہے کہنا مان

5- بچہ کا اچھا نام رکھنا اور چھٹی کرنا

74 ہو چکے جب کہ سب عقیقے کا قسم سوچ کر تب رکھ اس کا اچھا اسم
75 یعنی اچھوں کے نام پر ہو نام پر نہ ہو اس میں لفظ بخش[26] و غلام[27]
76 اور جو نام خدا کے ہو ہمراہ تو نہایت ہی خوب ہے باللہ
77 حق یہ بیٹے کا باپ پر ہے یقین ہے یہ بے شبہ اس میں فرق نہیں
78 بس یہی ہے چھٹی[28] شریعت کی بات کہہ تجھ سے دی حقیقت کی

6- بیانِ سالگرہ

79 ہے یہ بے ہودہ کرنی سال گرہ مت کر اس کو یہ ہے وبال گرہ
80 گھونگھرو بچوں کے پاؤں میں مت ڈال دے گا شیطان اس پہ ناچ کی تال

7- بچہ کو دودھ پلانے کی مدت

81 اور جو تو چاہے دودھ ان کا چھڑائے تو یہ لازم ہے اسے تو نہ بڑھائے
82 لڑکا لڑکی کا ایک ہے احکام کہ پئیں پونے دو برس وہ مدام
83 یا پئیں وہ دو برس تلک وہ شیر ہے کتابوں میں یوں کیا تحریر
84 شادی[29] اس کی کچھ نہیں ہے ضرور دل سے کر ایسی واہیات کو دور[30]

8- رسمِ بسم اللہ

85 پانچوں سال میں گدا اور شاہ طفل کو ہیں پڑھاتے بسم اللہ[31]
86 شروع میں اس کا کچھ بیان نہیں میں بیان کیا کروں زبان نہیں
87 لیک مشہور خلق میں ہے یہ رسم کرتے شادی ہیں اس کی ہر ہر قسم
88 شرع میں اس کو کہتے ہیں اسراف بس تجھے کہہ دیا یہ میں نے صاف
89 کچھ کتابوں میں اس کا ذکر نہیں اس لئے مجھ کو اس کی فکر نہیں
90 ہاں وہ جب طفل پڑھ چکے قرآن تب ہو خوش قسمت سارے پیر و جواں
91 کھانا مقدور بھر پکا للہ دیں کھلا خلق کو گدا اور شاہ
92 اور اس بن کریں نہ کچھ زنہار کہہ دیا اور کہوں گا پھر سو بار

9- تاکیدِ نماز

93 گزریں جب سات سال تب ہے مفید کریں اس کو نماز کی تاکید
94 دس برس کے کو پھر نماز پڑھائیں ماریں آپ اس کو اور ماد دلائیں

10- بیانِ ختنہ

95 ختنہ کرنا ہے سنت اس کو کر — لیک حد بلوغ کے اندر
96 عذر ہو تو بلوغ کے بھی بعد — ہے اجازت تجھے تو کر اے سعد
97 ہو مسلمان اگر کوئی ہندو — اس کا ختنہ ضرور ہی کر تو
98 مطلق اس کے نہ کر[32] تو سن کا خیال — ختنہ اس کا ضرور ہی کر ڈال
99 عقل سے تیری گرچہ ہے یہ دور — ختنہ پر اس بلاد میں ہے ضرور
100 اس کو کہتے ہیں شرع کے والی — مصلحت سے نہیں ہے یہ خالی[33]

11- آموختنِ کسب

101 پہنچے حد بلوغ کو جب وہ — اس کو لازم ہے یہ کرے تب وہ
102 سیکھے پہلے تو کسب کامل کو — تا معیشت سے چین ہو دل کو
103 سیکھیں وہ کسب جس کا ہوئے رواج — تا کسی کا کبھی نہ ہو محتاج
104 کسب لیکن ہو کوئی کسب حلال — کرے ہرگز حرام کا نہ خیال
105 جب معیشت سے ہوئے اطمینان — تب کرے حکم شرع کا وہ دھیان
106 باندھے ہمت کی وہ کمر کو چست — کرے اسلام و دیں کو اپنے درست
107 عقل کو اپنی کام فرماوے — کسی عالم کے پاس وہ جاوے
108 پر وہ عالم کہ ہوئے نیک اوقات — سیکھے اس سے طریق صوم و صلوٰت
109 شرک کو دور پردہ دل سے کرے — کام اتنا ضرور دل سے کرے
110 وہی مالک ہے ٹھیک اسے جانے — وحدہ لاشریک اسے جانے
111 تیسوں روزے نماز، حج و زکات — موقع موقع سے وہ کرے دن رات
112 سارے رسم و رسوم کو چھوڑے — جہل کے سب علوم[34] کو چھوڑے
113 جب شریعت کو کر چکے حاصل — تب اسے چاہئے کہ وہ عاقل
114 طلب حق کی پھر تلاش کرے — شوق حق میں بسر معاش کرے
115 پھر کے سارے جہاں میں کر محنت — کرے ایسے سے جا کر وہ بیعت
116 کہ شریعت سے جو ہو آگہہ[35] خوب — اور طریقت میں وہ رہا ہو ڈوب
117 اس کی حالت سے خوب ہو ماہر — دیکھ کے اس کا باطن و ظاہر

118 ملے ایسا فقیر جب کامل — علم باطن کو اس سے کر حاصل
119 صبر و شکر ہی کرے دن رات — اپنی یوں ہی بسر کرے اوقات
120 کرے صبر اور شکر اتنا مدام — کہ وہ ہو جائے اس کا تکیہ کلام
121 اس دن انسان کی کیا حقیقت ہے — گر نہ ہو یہ تو پھر فضیحت ہے
122 اب مرے دل میں آسمائی ہے یہ — دولت اکسٹھ[36] برس میں پائی ہے یہ

12- بیانِ نکاح

123 شرع میں ہے نکاح کا یہ اصول — مرد و زن کر لیں ہم دگر کو قبول
124 یعنی ایجاب و قبول ہو جب — ہے مقرر نکاح ہوتا تب
125 پر یہ شرط اس میں ہے کہ دو ہوں گواہ — تا کہ وہ شاہدی[37] بھریں للہ
126 لیکن عورت اگر ہو مستورا — چاہیے ایک وکیل اسے پورا
127 پورا یہ ہے مرد ہو دیندار — یاد رکھ سن کے اور نہ کر تکرار
128 شیرینی، جوڑے[38] ساچق اور نوبت — روشنی مہندی[39] بدہیں سب، کرمت
129 سہرا اور بدھی اور پان اور پھول — یہ جو رسمیں ہیں سب ہیں نامعقول
130 ہے جو آرائش اس کو بھی بد جان — ناچ، تو جتنے بد ہیں سب کی ہے جان
131 ساری رسموں کو ہم دگر ہے میل — لغو چوتھی بھی ہے اسے بھی نہ کھیل
132 خرچ کرنا ہی مال ہے منظور — تو یہ کر تو کہ ہے یہ بات ضرور
133 جتنا مقدور ہو پکا کے طعام — بانٹ اس کو کہ کھائیں خاص اور عام
134 کھانا بعد از نکاح کے ہے دیا — ہے رسالت مآبؐ نے بھی کیا
135 سنت اس کو مؤکدہ تو جان — اس سوا اور کچھ نہ کر اے جان
136 عرب اس کو ولیمہ کہہ کے مدام — کھاتے تھے اور کھلاتے تھے وہ طعام
137 خاص کے تو عمل کا ہے یہ نمط[40] — پر جو سمجھے ہیں عام، سو ہے غلط

13- مقدارِ مہر

138 مہر کا انتہا ہے دس ہی درم — مہر اس سے نہ باندھنا چاہیے کم
139 دس درہم کی جو پوچھے مجھ سے تو بات — تو ہے دو تولے اور ماشے سات

140 بلکہ افزوں ہے اس سے آدھا جو — میں نے ثابت کیا ہے کر تگ و دو
141 اس کے ہوتے روپے ہیں پونے تین — اس میں کچھ شک نہیں جان یقین
142 اس سے باندھے جہاں تلک افزوں — اس میں ہرگز نہیں چرا اور چوں
143 دینا ہوگا تجھے وہ قرض ہی جان — اپنے ذمہ پر اس کو فرض ہی جان
144 جانے اپنا جہاں تلک مقدور — مہر اپنا بندھا تو اتنا ضرور
145 مہر حد سے زیادہ بندھوا مت — قرض کرنے پر تو نہ کر جرأت

14-ایامِ حیض میں مقاربت

146 ہوئے عورت جو حیض سے تو ڈر — اس سے ہرگز مقاربت مت کر
147 پر جو ہوجائے ابتدا میں یہ کار — تو ہے کفارہ اس کا ایک دینار
148 اور جو آخر میں ہو تو آدھا جان — ہے حدیثوں میں اسطرح سے بیان
149 حنفی فقہ میں نہیں ہے لکھا — خوب تحقیق اسے ہے میں نے کیا
150 جس کو کہتے ہیں شرع میں دینار — سو وہ سونا ہے ماشے ساڑھے چار

15-ایامِ حمل میں مقاربت

151 جو تو چاہے کرے میں حمل میں یہ کام — تو رہے یہ خیال تجھ کو مدام
152 کہ نہ ہو جب تلک اسے تکلیف — تب تلک شوق سے بن اس کا حریف
153 یعنی عورت اگر ہو راضی یوں — تو پھرے ٹاپتا تو ناحق کیوں
154 نہ ہو اس کو تکلیف تو مت تھک — شوق سے کھیل کود جننے (41) تک
155 جب تلک اس کی ہو رضا مندی — شرع میں تب تلک نہیں بندی (42)
156 جن (43) کے گر ہو نفاس میں عورت — اس سے بھی تو مقاربت کر مت

16-وصیتِ میّت

157 مرتے دم جو کرے وصیت خوب — دیکھ بدیا ہے اس کی نیت خوب
158 گر وہ از روئے شرع کے ہے درست — تو کمر باندھ اپنی اس پر چست

159 اور جو وہ غیر شرع ہو اے یار تو اسے بھی تو بجا نہ لا زنہار
160 لغو ہے وہ کلام، پلوچ اسے جان کچھ کہے خلق تجھ کو مت مان

17-بیانِ حالتِ نزع

161 جس مسلمان کو جاں کندن اس کا تیار رکھے گور و کفن
162 بیٹھا جو پاس اس کے ہو انساں پڑھے وہ آپ کلمہ اور قرآں
163 یا کرے اپنے منہ سے ذکر اللہ اہل اسلام کی یہی ہے راہ
164 کہ وہ طاقت جو اپنے میں پاوے تو پڑھے، ورنہ اس کو سن جاوے
165 واسطے اس کے یہ بہت ہے مفید در ایمان کی یہی ہے کلید
166 پانی مانگے تو اس کو آب بھی دے شہد بھی دے اسے گلاب بھی دے
167 اور جو جو کہ ہو مناسب حال دے بذوق اس کو کچھ نہیں ہے وبال

18-بیانِ فوت شدن و گریہ زاری کردن

168 بعد پھر اس کے جب وہ مر جاوے یعنی ہستی سے جب گزر جاوے
169 تو پھر اس کے ہوں جو کہ دوست حبیب اور جو اقربا ہوں اس کے قریب
170 وہ نہ ماتم کریں، اڑائیں نہ خاک اور گریباں کریں نہ اپنے چاک
171 کوٹیں سینہ نہ منہ پہ ماریں ہاتھ روئیں پیٹیں نہ مل کے سارے ساتھ
172 اور منہ سے بیان بھی نہ کریں سر پر اپنے وبال یہ نہ دھریں
173 ساری باتیں یہ شرع میں ہیں حرام ترک کران کو، تاکہ ہو آرام
174 جو فقط اشک لائے آنکھ میں بھر اس کو رونے دے منع تو مت کر

19-بیانِ غسل و گور و کفنِ میّت

175 اقربا مل کے غسل دیں اسے سب غسل کا طور بھی بتا دوں اب
176 تختہ نہلانے کا جو ہو موجود اس کو سب دیں بخور عنبر و عود
177 مستحب جان کر اسے کرنا کہ سبھوں کو ہے آخرش مرنا

178 پانی سادہ جو گرم ہو اے یار — پہلے تو غسل اس سے دے یک بار
179 دوسرا غسل ایسے پانی سے دے — جوش جس میں ہوں پتے بیری کے
180 تیسرا غسل اس سے دے، کر ہوش — ڈال کافور جو کیا ہو جوش
181 غسل اس طرح سے ہے بہتر شے — ورنہ پانی فقط ہی کافی ہے

20- بیانِ تیاری جنازہ

182 غسل سے اس کے جب فراغت ہو — تب تلیں اسکے سات جا خوش بو
183 دونو تلووں میں اور دونو زانو پر — دونو ہاتھوں پہ ساتویں برسر
184 اور کفن کو بھی تین بار نچوڑ — مستحب ہے تو کیجو اس کو ضرور
185 جس کو کہتے ہیں اہل دین — سو مقرر وہ پارچے ہیں تین
186 ایک کفنی ہے اور چادر دو — وہ یہ ہے، کہتے ہیں کفن جس کو
187 کفنی ہو کے ضرور اتنی دراز — کہ چھپے آگے پیچھے ستر نماز
188 ہو مہکتی وہ مارے خوش بو کے — نیچے تک ہوئے دونو زانو کے
189 چادریں اتنی ہوں تو خوب ہو کام — کہ لپٹ جائے میت اس میں تمام
190 کسی عورت کی گر وہ میت ہو — تو اسے پارچے دے افزوں دو
191 ایک تو اوڑھنی ہو اتنی بڑی — کہ رہے اس کی چھاتیوں پہ پڑی
192 پر لپیٹ اس میں آدھے آدھے بال — دیں اسے چھاتیوں پہ اس کی ڈال
193 دوسرے سینہ بند ہو ایسا — تجھ سے کرتا ہوں میں بیان جیسا
194 یعنی زیر بغل سے لے تا ناف — لپٹے اتنے بدن کے اوپر صاف
195 پر کفن چاہئے کہ کیسا ہو — صاف میں کہہ دوں تجھ سے ایسا ہو
196 جیسی اس کی ہو زیست کی پوشاک — اس سے قدرے نفیس ہو اور پاک
197 مرد کے مردے واسطے اے یار — چار پائی ہی صرف ہے درکار
198 ایک عورت کو ہوئے گہوارا(44) — تا نہ معلوم جسم ہو سارا
199 عورتوں کے لئے ہے یہ بہتر — بندھے گہوارا چار پائی پر
200 اقربا جس طرح اسے نہلائیں — وہیں اس کو اٹھا کے وہ لے جائیں
201 نہ تو شہدے بلائیں اور نہ کہار(45) — اپنے کاندھوں پر لیں اٹھا سب یار
202 اور صندوق و شامیانہ و فیل — ہیں یہ سارے تکلفات ذلیل

203 لکھیو تو مت جواب نامہ بھی[46] لغو ہے یہ نہ کیجو اس کو کبھی
204 روٹی توشہ کی اور جائے نماز سب یہ رسمیں ہیں پوچ بندہ نواز
205 جو جنازے کے ساتھ ہوں وہ ضرور چلیں جلد اس کے ساتھ تا مقدور
206 وہ اس کے ہوں اقربا اور خویش رہیں گرد وہ جنازہ پس و پیش
207 پر جسے عذر ہو وہ ناچار چلے کچھ دور اس سے ہو کے سوار

21- بیانِ دفن کردن

208 پڑھ جنازہ اسے زمین میں دھریں ہاتھوں ہاتھ اس کو یعنی دفن کریں
209 پر یہ رکھنے میں ہے بڑی سنت پہلوئے راست پر رہے میت
210 ورنہ قبلہ کی سمت منہ ہو ضرور تا بہ مقدور اس میں ہو نہ قصور
211 گاڑنے دابنے میں رہ تو شریک کہ شریعت کی رو سے ہے یہ ٹھیک
212 اور جو یہ مٹی دینی ہے معروف یہ بھی دے شوق سے نہ کر موقوف
213 قل کے ڈھیلے[48] تو پڑھنے آئے نہیں اور کسی نے مجھے بتائے نہیں
214 دے اذاں بھی نہ قبر کے اوپر کوئی دینے لگے تو منع نہ کر
215 ہری ٹہنی سرہانے میں مت گاڑ اور جو گاڑے کوئی تو تو نہ اکھاڑ
216 قبر کے پھر سرہانے انگلی دھر جو تو چاہے کہ کچھ پڑھے اس پر
217 پڑھ تو سورہ بقر پہ مت بڑھ جا اس پہ تا مفلحوں تو پڑھ جا
218 پڑھ تو پھر لمن الرسول تمام پائنتی اس کے نیک ہے یہ کام
219 پھر تو وہاں جتنے لوگ ہوئیں کھڑے خواندے ناخواندے چھوٹے اور بڑے
220 کریں سب مل کے اس کے حق میں دعا کہ بہ رحم اس سے پیش آئے خدا
221 مغفرت اس کی، حق سے چاہیں سب دوستی اس سے یوں نباہیں سب
222 تا کہ منکر نکیر سے اے جان ہو سوال و جواب اسے آسان

22- معذرت خواہی

223 تین دن تک جو معذرت کو آئے تو وہ الفت سے ان کو یوں سمجھائے
224 یعنی ہو بادشاہ یا درویش سب کو آخر یہی ہے رہ درپیش

225 اقربا کو یہ اس کے سمجھا کر مغفرت اس کو چاہے گھگھیا[49] کر
226 ارگجے کا پیالہ[50] نقل[51] اور پھول[52] ہیں یہ تیجے[53] کے لغو سب معمول

23- بیانِ عدت اور سوگ

227 بیوہ ایک، دس دن اور مہینے چار نہ کرے زینت اپنی کچھ زنہار
228 حکم یوں ہے تو اس کو واجب جان حکم کو مان ہے یہی ایمان
229 زینت اپنی ہی کیا فقط نہ کرے گھر سے باہر بھی وہ قدم نہ دھرے
230 ایک سو تیس دن رکھے وہ سوگ تین دن اور غم کریں سب لوگ
231 بیوہ رہنا بھی کچھ نہیں ہے خوب ہے یہ نزدیک شرع کے معیوب

24- در بیانِ چہلم اور ششماہی وغیرہ

232 سیوم اور چہلم اور شش ماہی ہیں شریعت کی رو، یہ سب واہی
233 اور جو دیوسہ[54] ہے سال کے بعد اس کو بھی تو کیا نہ کر اے سعد
234 شوق سے پڑھ درود و قرآن واسطے اسکے یہ مفید ہے جان
235 اختلاف اس میں گو بہت سا ہے پر تو پڑھ شوق سے کہ فتویٰ ہے
236 پر نہ قرآن پیسے دے کر پڑھا سر پہ اپنے گناہ یہ نہ چڑھا
237 لے نہ حج اور نماز روزہ مول در دوزخ کو اپنے منہ پہ نہ کھول
238 ہے یہ دریافت ناکس و کس تک اس کو پہنچے، اگر تو دے خس تک
239 نقد پوشاک اور طعام اے سعد ہو سکے جتنا دے تو اس کے بعد
240 پر تجھے گر ثواب کی ہے امید تو نہ رکھ سال و ماہ و روز کی قید
241 قبر پر بعد دفن اگر پانی چھڑکے، تو ہے مباح اے جانی
242 اور کوئی بعد آ کے پھر چھڑکے تو یہ لازم ہے اس کو تو جھڑکے

25- بیانِ قبر و شامیانہ و چراغ و روشنی

243 قبر پر گچ نہ ہو، نہ گنبد اور نہ ہو سقف بھی کہ ہیں یہ بد

244 قبر کچی ہی شرع کی ہے پسند پر کہاں[55] شتر سے ہو نہ بلند
245 شامیانہ بھی ایستادہ نہ کر اور روشن چراغ کرکے نہ دھر
246 قبر پر بیٹھنا بھی منع ہے صاف اور چادر چڑھائی اور غلاف
247 ہوئے مسجد میں گر کوئی مدفون تو نہایت ہی بات ہے یہ زبون
248 کردیا میں نے تجھ سے سب اظہار آگے اب کر نہ کر تو ہے مختار

26- خاتمہ

249 جب رسالہ یہ نظم ہوا سارا طور اس کا لگا مجھے پیارا
250 ہیں بڑے مولوی رشید الدین ہے انہوں کے سخن کا مجھ کو یقین
251 جانتے ہیں انہوں کو خاص اور عام پڑھ گیا آگے ان کے میں یہ تمام
252 اس کو سنکر انہوں نے ہو کر شاد آفریں میرے حق میں کی ارشاد
253 جو ہو منکر کرے نہ اس پر عمل اس کی جانو کہ ہے سمجھ میں خلل
254 نظم دس دن میں اس کو کرکے تمام رکھا تصنیف رنگین اس کا نام

28- قطعۂ تاریخ

255 اب جو تاریخ کا تجھے ہے خیال تو تجھے کہہ سناؤں میں فی الحال
256 غصہ ہو کر تو مجھ پہ دانت نہ پیس تھے ہزار اور دو سو انتالیس
257 یہ ہی تاریخ ہے تو شوق سے گن گیارہویں تھی رجب کی پیر کا دن
258 سر کو بک بک کے مت پھرا رنگیں فائدہ[56] ناشنو کو کچھ بھی نہیں
259 بات سننے کی جس کو ہوئے ہوس تو اسے ایک حرف بھی ہے بس
260 شعر کہنے کا آگے باندھ نہ ٹھاٹھ
کہ ہوئے شعر پورے دو سو ساٹھ

تمام شد نسخہ اول سبع رنگیں کہ مشہور بہ تصنیف رنگین است تصنیف سعادت یار خاں رنگین پسر محکم الدولہ طہماس بیگ خاں اعتقاد جنگ رومی بتاریخ یازدہم ربیع الثانی روز چہارشنبہ بوقت سہ پہر در شاہجہان آباد در عہد محمد اکبر شاہ بادشاہ غازی 27 جلوس 1248ھ بدستخط مصنف تحریر یافت۔

توضیحات وحواشی

متعلقہ تصنیف رنگین

بیان شرک: سب سے بڑی اور نیکیوں کی جڑ توحید ہے۔ اس کی بدولت انسان اپنی پوری توجہ کو غیب الغیب ذات اقدس پر مرکوز رکھ سکتا ہے..... آنحضرت ﷺ نے اس شخص کے حق میں جس کی موت توحید پر ہو بلا شرط جنت کی بشارت دی ہے۔[57] یاد رکھو کہ توحید کے چار مفہوم ہیں:

(1) اللہ تعالیٰ کو واجب الوجود سمجھا جائے اس کے سوا کسی دوسری ہستی پر اس کے اطلاق کو جائز نہ سمجھا جائے۔

(2) دوسرے یہ عقیدہ رکھنا کہ عرش وکرسی اور آسمان وزمین اور تمام کائنات کا اور جو ان میں ہے وہی ایک خالق ہے جو وحدہ لاشریک ہے۔ کوئی بھی اس تخلیق میں اس کا شریک ومساہم نہیں۔

(3) یہ کہ زمین وآسمان میں اسی کو واحد تصرف کرنے والا مانا جائے۔

(4) یہ کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی بڑی سے بڑی ہستی کو بھی عبادت کا مستحق نہ سمجھا جائے۔[58] شریعت نے غیر اللہ کے سامنے سجدہ کرنے کو قطعاً حرام قرار دیا ہے۔[59] ..... مشرک لوگ قضا حوائج کے لئے غیر اللہ کو پکارتے تھے اور ان ہی سے شفا مریض اور افلاس دور ہونے اور دوسری تیسری مرادیں مانگتے تھے اس سلسلہ میں ان کے لئے مرادیں مانگتے اور تبرک کے طور پر ان کے نام جپتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس مشرکانہ عقیدہ کو مٹانے کے لئے یہ حکم دیا کہ وہ ہر نماز میں بلکہ ہر رکعت میں یہ کہا کریں ''ایاك نعبدو ایاك نستعین'' تاکہ توحید کا صحیح مفہوم ہر وقت ان کے پیش نظر رہے۔[60] یہودی اور عیسائی اپنے علماء اور مشائخ کو ارباب من دون اللہ سمجھتے تھے۔ علماء اور مشائخ کو خدا سمجھنے کے یہ معنی ہیں کہ جس بات کو یہ لوگ جائز اور مشروع کہتے اس کو وہ جائز اور مشروع سمجھتے اور جس بات کو وہ ناجائز اور غیر مشروع بتاتے اس کو وہ ناجائز اور غیر مشروع سمجھتے۔ علماء ومشائخ کی اندھی تقلید کرنے اور ان کی تحلیل اور تحریم کو عین خدائے بزرگ وبرتر کی تحریم وتحلیل خیال کرتے..... تحلیل وتحریم صرف اللہ تعالیٰ کا حق ہے۔ بڑی سے بڑی ہستی کو بھی حق حاصل نہیں کہ وہ اس منصب کو اپنے ہاتھ میں لے۔ انبیاء اور رسل کو بھی یہ حق حاصل نہیں کہ وہ اپنی طرف سے کسی بات کو جائز اور مشروع کہیں۔ ان کا منصب فقط احکام خدا جل وعلا کی تبلیغ کرنا ہے۔[61] مشرک لوگ بتوں اور ستاروں کے نام پر ان کا تقرب اور خوشنودی حاصل کرنے کے لئے جانور ذبح کرتے تھے۔ اس کی دو صورتیں تھیں ایک یہ کہ ان ہی کا نام لے کر وہ قربانی کرتے تھے یا ان کے لئے ان کے نام پر جو یادگار بنائی گئی ہوتیں وہاں پر ذبح کرتے یا غیر اللہ کے نام پر جن کو وہ قابل پرستش سمجھتے تھے۔ جانوروں کو کھلا چھوڑ دیتے تھے۔ اسلام میں ان سب چیزوں کو تحریم اور ابطال فرمایا ہے۔[62] شریعت نے غیر اللہ کے نام پر قسم کھانے سے منع فرمایا ہے۔[63] مشرکین بعض ایسے مقامات کا جن کا تعلق ان کی مردہ مقدس ہستیوں کے ساتھ ہوتا۔ ان کو مقدس اور متبرک سمجھ کر دور دور سے ان کی زیارت کے لئے جاتے تھے اور اس زیارت کو خدا تعالیٰ کا قرب کا موجب خیال کرتے تھے۔ شریعت نے ان کو ایسا کرنے سے منع فرمایا چنانچہ صحیحین کی ایک حدیث ہے کہ

آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ سوائے تین مساجد کے کسی مقام کی زیارت کے لئے سفر نہ کیا جائے اور وہ تین مساجد مسجد حرام، مسجد نبوی اور مسجد بیت المقدس ہیں۔ (64)

بیان رسومات خلق (65): رسوم کی اصلاح اور ان میں مناسب شکست وریخت کرنا نازل شدہ شریعت میں ایک مقصود بالذات چیز ہوتی ہے (کیونکہ) بعض اوقات (یا اکثر اوقات) ان رسوم کے ساتھ باطل کی آمیزش ہوجاتی ہے اور عام طور پر حق اور باطل میں تمیز کرنا مشکل ہوجاتا ہے اور کبھی ایسی قوم برسر اقتدار آجاتی ہے جو لوگوں کا مال اور حقوق غصب کرے اور رہزنی کرے اور کبھی یہ لوگ اعمال شہوانیہ کے کرنے پر مائل ہوتے ہیں۔ بعض وقت ان میں کمائی کے ناجائز طریقے رواج پاجاتے ہیں مثلاً ناپ تول میں کمی بیشی کرنا، سود کھانا، یا ان میں مسرفانہ عادات پیدا ہوجاتی ہیں جو سوسائٹی کے لئے نہایت مضر ثابت ہوتی ہیں مثلاً شادی وغمی کے موقع پر فضول خرچی کرنا اور لباس وغیرہ میں فیشن پرست بن جانا..... ایسی اقوام میں عموماً منشیات ومسکرات کا استعمال پھیل جاتا ہے جس کی وجہ سے امور معاش ومعاد کا انتظام سخت درہم برہم ہوجاتا ہے۔ کسل اور بطالت لوگوں پر غالب ہوجاتی ہے اور وہ اپنے اوقات عزیز گانے بجانے، شطرنج کھیلنے، کبوتر بازی، مرغ بازی اور بٹیر بازی اور انواع واقسام کے شکار کرنے میں گنواتے ہیں..... بہرحال جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے مصالح کلیہ کا حکم دیا ہے ان کو جہد بلیغ یہ ہونی چاہئے کہ حق کو غلبہ اور اشاعت حاصل ہو اور حق باتیں رواج پائیں۔ باطل کو مٹا دیا جائے یا کم از کم اس کے شیوع کو کم کردیا جائے، حجاب رسم کے ازالہ کرنے کے لئے بھی دو تدبیریں مؤثر ہوسکتی ہیں ایک یہ کہ ہر ایک رسم کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی یاد کسی نہ کسی صورت میں شامل کرلی جائے اور دوسری تدبیر یہ ہے کہ بعض عبادات شرعیہ کو کھلی رسم قرار دیا جائے اور لوگوں کو اس کی پابندی کی سخت تاکید کی جائے کہ بہرصورت وہ اس کو عمل میں لائیں اور اس سے وہ کبھی جی نہ چرائیں۔ جو شخص اس کی پابندی نہ کرے اس کو قابل ملامت سمجھا جائے۔ (66)

اس عنوان میں حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی نے خود کو حنفی بتایا ہے۔ اس سلسلہ میں چند اقتباسات ان کی تصانیف سے درج ذیل ہیں:

''من جملہ ان کے ایک بڑا مسئلہ تقلید اور عدم تقلید کا ہے۔ اس امت کے تمام وہ علما جن کو قابل استناد سمجھا جاسکتا ہے اس پر متفق ہیں کہ یہ چار مذہب جو آجکل اسلامی دنیا میں مروج ہیں اور ہر ایک مذہب کے مسائل واحکام مدون صورت میں موجود اور محفوظ ہیں، ان کی تقلید کرنا جائز ہے۔ اس تقلید میں کئی ایک مصالح ہیں خصوصاً آج کل کے زمانے میں جبکہ ہمتیں بہت ہی پست ہوگئی ہیں لوگوں پر ہوائے نفسانی کا بھوت مسلط ہے۔ اور ہر ایک اپنی ہی سمجھ اور اپنی ہی رائے پر نازاں ہے۔ (67)

''جاننا چاہئے کہ ان چاروں مذہبوں کے اختیار کرنے میں بڑی مصلحت ہے اور ان سب کے سب سے روگردانی کرنے میں بڑا فساد ہے۔'' (68)

''مجھ کو پہنچو دیا رسول اللہ ﷺ نے کہ حنفی مذہب میں ایک بہت اچھا طریقہ ہے وہ بہت موافق ہے اس طریقہ سنت سے جو تنقیح ہوا زمانہ بخاری اور اس کے ساتھ والوں کے۔'' (69)

''پھر کھلا ایک نمونہ اس سے ظاہر ہوئی کیفیت و تطبیق سنت کے ساتھ فقہ حنفیہ کے اخذ کرنے سے ایک کے قول کے قول ثلثہ یعنی امام اعظم اور صاحبین سے اور کشف ہوئی تخصیص ان کی عمومات کی اور ان کے مقاصد کا وقوف اور اقتصار۔''(70)

''جب ایک عامی انسان ہندوستان اور ماوراء النہر میں رہنے والا ہو جہاں کوئی عالم شافعی اور مالکی اور حنبلی اور ان کی کتب مذہبیہ میسر نہ آسکتی ہوں تو اس پر واجب ہے کہ حضرت امام ابوحنیفہ کے مذہب کی تقلید کرے اور ان کے مذہب سے علیحدہ ہونا اس کے لئے حرام ہے کیونکہ وہ اس وقت شریعت کی رسی ہی اپنی گردن سے اتار کر مہمل بیکار رہ جائے گا۔''(71)

بیان تولد اولاد۔(72): ''عرب اپنی اولاد کا عقیقہ کیا کرتے تھے، ان کے نزدیک عقیقہ ایک امر لازم سنت مؤکدہ تھا اور اس میں بہت سی مصلحتیں تھیں، جن کا رجوع مصلحت ملیہ اور مدنیہ اور نفسیہ کی طرف تھا۔ پس نبی کریم ﷺ نے اس دستور کو باقی رکھا اور خود اس پر عمل کیا اور لوگوں کو اس کی رغبت دلائی۔ پس منجملہ مصلحتوں کے ایک یہ ہے کہ عقیقہ میں نہایت خوبی کے ساتھ اولاد کے نسب کی اشاعت ہے کیونکہ اشاعت نسب ایک ضروری امر ہے تاکہ کوئی شخص اس کے حق میں کوئی ناپسندیدہ بات نہ کہہ سکے اور یہ بات نامناسب تھی کہ اس کا باپ گلیوں میں پکارتا پھرے کہ میرے ہاں بچہ پیدا ہوا ہے۔ پس اشاعت کے لئے یہی طریقہ مناسب ہوا۔''

''نبی کریم ﷺ نے فرمایا لڑکے کے ساتھ عقیقہ ہے۔ پس اس کی طرف سے خون بہاؤ اور اس کے بال منڈاؤ اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''لڑکا اپنے عقیقہ کے عوض میں مرہون ہے۔ ساتویں روز اس کی طرف سے قربانی کی جائے اور اس کا نام رکھا جائے اور اس کا سر منڈایا جائے اور رسول اللہ ﷺ نے حضرت حسنؓ کی طرف سے ایک بکری عقیقہ میں ذبح کی اور فرمایا: ''اے فاطمہ! ان کے سر کو منڈاؤ اور ان کے بالوں کے ہم وزن چاندی خیرات کردو اور رسول اللہ ﷺ نے حضرت حسنؓ کے کان میں جب حضرت فاطمہؓ نے ان کو جنا تھا اذان پڑھی۔'' نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری ہے۔''(73)

بیان سالگرہ: سالگرہ کا رواج ہند پاکستانی مسلمانوں میں ایرانیوں کے ذریعہ ہوا اور اب تو تقلید کی انتہا ہوگئی ہے کہ مسلمان مغربی تہذیب و رسوم کے اتباع میں بچوں کی سالگرہ باقاعدہ انگریزوں کی طرح سے مناتے ہیں۔ موم بتیاں روشن کرتے ہیں اور کیک کا التزام کرتے ہیں۔ **اللھم احفظنا میں ھذہ الشرور** (مرتب)

بچے کا اچھا نام رکھنا: نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔(74) اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ نام عبداللہ و عبدالرحمٰن ہے۔ ''واضح ہو کہ مقاصد شرعیہ میں سب سے بڑھ کر یہ بات ہے کہ تمام ضروری معاملات میں ذکر الٰہی داخل رہے تاکہ ہر ایک زبان بن کر حق کی طرف بلائے اور مولود کا ایسا نام رکھنے میں توحید کی طرف اشارہ ہے اور نیز عرب وغیرہ اپنی اولاد کا نام اپنے معبودوں کے نام پر رکھتے تھے اور چونکہ نبی کریم ﷺ توحید کے قائم کرنے کے لئے معبوث کئے گئے تھے اس واسطے یہ بات واجب ہوئی کہ نام رکھنے میں بھی اس کے مثل دستور جاری کیا جائے اور یہی دونوں نام ان تمام ناموں میں جن میں لفظ عبد کسی اسم الٰہی کی طرف مضاف ہوتا ہے، اس لئے محبوب ہیں کہ یہ دونوں نام اللہ تعالیٰ کے ناموں

میں بہت مشہور ہیں اور یہ دونوں نام سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی پر نہیں بولے جاتے اور ہمارے اس بیان سے تم لڑکے کا نام محمد اور احمد رکھنے کے استحباب کی حکمت معلوم کر سکتے ہو اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کے نزدیک بدترین نام وہ شخص ہوگا جس کا نام شہنشاہ ہو۔'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی میرا بندہ (یا باندی) نہ کہے تم سب اللہ تعالیٰ کے بندے اور تمہاری عورتیں اللہ تعالیٰ کی باندیاں ہیں۔ بہت سی حدیثوں میں آیا ہے کہ جس کا نام اسلام سے بعد العزیٰ اور عبد الشمس وغیرہ تھا اس کو رسول خدا صلعم نے عبد اللہ اور عبد الرحمٰن سے بدل دیا۔''(75)

بچہ کو دودھ پلانے کی مدت: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''اور مائیں اپنی اولاد کو پورے دو برس دودھ پلائیں۔'' ماں کے لئے یہ آسان ہے کہ بچہ کو دودھ پلائے اور اس کی پرورش کرے۔ پس اس پر یہی واجب کیا گیا اور باپ کے لئے لڑکے پر صرف کرنا اور اس کی ماں پر صرف کرنا اور اپنی استطاعت کے موافق کھانا کپڑا دینا آسان ہے..... بعض لوگ جلدی سے دودھ چھڑا دیتے ہیں اور بسا اوقات اس میں بچہ کو ضرر پہنچتا ہے۔ اس واسطے اللہ تعالیٰ نے اس کی ایک ایسی حد مقرر کر دی جس کے بعد دودھ چھڑانے سے بچہ غالباً صحیح و سالم رہتا ہے اور وہ مدت پورے دو سال ہیں اور اس سے کم میں بھی دودھ چھڑانے کی اجازت دی ہے بشرطیکہ وہ دونوں اس میں مصلحت سمجھ کر اس بات کو تجویز کریں کیونکہ بسا اوقات اس مدت سے پہلے بچہ کھانے پینے کے قابل ہو جاتا ہے مگر یہ بات اجتہاد اور فکر کی محتاج ہے اور اس امر میں ماں باپ ہی سب سے زیادہ مناسب ہیں اور اس بچہ کی خصلت سے وہ دونوں ہی خوف واقف ہیں۔(76)

رسم بسم اللہ: شاہ ولی اللہ کی تصنیفات ''حجۃ اللہ البالغہ'' وغیرہ میں اس عنوان سے متعلق کوئی چیز نظر نہیں گزری البتہ شاہ صاحب کی تعلیم کا آغاز پانچ سال کی عمر میں ہو۔(77)

تاکید نماز: اس عنوان پر تو بکثرت مواد ہے اور اس کا نقل کرنا تحصیل حاصل ہے۔

ختنہ: خود شاہ صاحب کا ختنہ سات سال کی عمر میں ہوا تھا۔(78)

آموختن کسب: اکتساب معاش کے اصلی پیشے یہ ہیں کھیتی باڑی، گلہ بانی کرنا اور چوپانی اور بھیڑ بکریوں کا پالنا اور وہ چیزیں جو خشکی اور تری میں غیر مملوک طور پر پائی جاتی ہیں خواہ وہ از قسم معدنیات ہوں یا ان کا تعلق نباتات اور حیوانات سے ہو اپنے قبضہ میں لے آنا، نیز وہ صنعتیں جن کے ذریعے عام طور پر پائے جانے والے مواد میں تصرف کر کے ان مواد کو اس قابل بنایا جاتا ہے کہ ان سے ارتفاقات میں مدد ملے اور انسان کے لوازم حیات پورا کرنے کے لئے وہ چیزیں کام آئیں مثلاً بڑھئی اور لوہار کا پیشہ اور کپڑا بننا وغیرہ، ان پیشوں سے دوسرے درجہ پر تجارت کی اہمیت ہے۔ تمدن میں جب کسی قدر وسعت پیدا ہوئی تو یہ بھی ایک پیشہ شمار ہونے لگا کہ آدمی نظام تمدن کو بہتر طریقہ پر قائم رکھنے میں مدد دے۔ رفتہ رفتہ کسب اور پیشہ کے مفہوم میں زیادہ توسیع ہوئی اور ہر ایک ایسی جدوجہد کو پیشہ کہنے لگے جب سے نوع انسانی کی ضروریات زندگی میں سے کوئی ضرورت پوری ہوتی ہو بالفاظ دیگر اس سے تمدن کی تکمیل ہوتی ہو اور اجتماعی زندگی بسر کرنے میں اس سے سہولت پیدا ہوتی ہے اس کے بعد جوں جوں تمدن نے ترقی کی اور نفاست پسندی اور ترفہ و عیاشی کی خواہش لوگوں پر غالب آگئی تو اس بنا پر بھی کئی ایک پیشے اور صنعتیں ظہور میں آئیں۔(79)

بیان نکاح: نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''ولی کے بغیر نکاح نہیں ہوتا۔'' واضح ہو کہ نکاح کے بارے میں تنہا

عورتوں کو مختار بنانا درست نہیں ہے کیونکہ ان کی عقلیں ناقص ہوتی ہیں اور ان کا فکر بھی کمزور ہوتا ہے۔ بسا اوقات ان کو مصلحت معلوم نہیں ہوتی..... اس واسطے ضروری ہوا کہ اس بات میں اولیاء کو بھی کچھ دخل ہوتا کہ یہ فساد بند ہو..... نیز نکاح کے اندر ولی کی شرط لگانے میں مردوں کی عظمت ہے اور عورتوں کا نکاح میں خود مختار ہونا بے حیائی ہے جس کا مدار قلت حیا پر ہے اور اولیا کی مخالفت ان کی بے قدری پر ہے اور نیز یہ بات ضروری ہے کہ بسبب شہرت کے نکاح زنا سے ممیز ہو جائے اور شہرت کی عمدہ صورت یہ ہے کہ عورت اولیا نکاح میں موجود ہوں.....

میں کہتا ہوں اہل جاہلیت نکاح سے قبلہ خطبہ میں اپنی قوم کے مفاخر وغیرہ وہ امور بیان کیا کرتے تھے جن کو ذکر مقصود کا وسیلہ بناتے تھے..... نبی کریم ﷺ نے اس میں چند اقسام کے ذکر مسنون فرمائے تھے جیسے حمد اور استعانت اور استغفار اور تعوذ اور توکل اور تشہد اور قرآن شریف کی چند آیات..... اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا نکاح میں آواز اور دف ہوتی ہے اور آپ نے فرمایا' نکاح کا اعلان کرو اور نکاح کو مسجدوں میں کرو اور اس پر دف بجایا کرو۔

اور نبی کریم ﷺ کے زمانے میں لوگوں کا یہ دستور تھا کہ صحبت سے پیشتر ولیمہ کیا کرتے تھے اور اس میں بہت سے مصلحتیں ہیں۔ از آں جملہ یہ ہے کہ اس میں نہایت خوبی کے ساتھ نکاح کی اشاعت ہوتی ہے..... یہ ضروری ہے کہ حتی الامکان اس تقریب کو شہرت دی جائے اور کم وبیش لوازم طرب مہیا کئے جائیں۔ مثلاً اعتدال کے ساتھ مجالس طرب منعقد کی جائیں اور ایک ضیافت عام کا اہتمام کر کے اقارب اور احباب کو اس میں شریک ہونے کی دعوت دی جائے جس کو عرب لوگ دعوت ولیمہ کہتے ہیں۔ (81)

تعداد مہر: مہر کے مقرر کرنے میں ایک قسم کا اطمینان ہے اور نیز نکاح کی عظمت بغیر مال کے ظاہر نہیں ہوتی..... اسی لئے نبی کریم ﷺ نے وجوب مہر کو بدستور باقی رکھا اور نبی کریم ﷺ نے اس کی کوئی ایسی حد جس میں کمی وبیشی نہ ہو سکے مقرر نہیں فرمائی..... اس وجہ سے نبی کریم ﷺ نے ایک شخص سے فرمایا' تلاش کر اگرچہ لوہے کی انگوٹھی ہو اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس نے اپنی بیوی کے مہر میں مٹھی بھر ستو یا چھوارے دے دیئے تو اس نے حلال کر لیا مگر نبی کریم ﷺ نے اپنی ازواج اور اپنی صاحبزادیوں کے مہر میں ساڑھے بارہ اوقیہ مقرر کر رکھے تھے' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''تم عورتوں کے مہر زیادہ مقرر نہ کرو کیونکہ اگر زیادہ مہر مقرر کرنا دنیا میں عزت یا عنداللہ پرہیزگاری کی بات ہوتی تو نبی کریم ﷺ تم سب میں بدرجہ اولیٰ اس بات کا لحاظ فرماتے۔''

ایام حیض میں مقاربت: ملت مصطفویہ نے (حائضہ کے ساتھ) توسط کی راہ اختیار کی اور یہ فرمایا کہ سوائے جماع کے سب کچھ کیا کرو اور اس کی کئی وجوہ ہیں۔ ایک تو یہ ہے کہ حائضہ سے جماع کرنا خاص کر حیض کی ترقی ہو، نہایت مضر ہے۔ تمام اطبا کا اس پر اتفاق ہے..... چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ''فرما دیجیے وہ ناپاکی ہے پس حیض کی حالت میں عورتوں سے بچتے رہو' اور جو شخص خدا تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی کر کے حائضہ سے جماع کرے تو اس کے لئے یہ حکم ہے کہ وہ دینار یا نصف دینار صدقہ کرے اور یہ مسئلہ متفق علیہ نہیں ہے۔

ایام حمل میں مقاربت: ''حجۃ اللہ البالغہ'' میں اس سلسلہ میں کوئی چیز نظر نہیں گزری (مرتب)

وصیت میت: اور من جملہ شروع کے وصیت ہے اگر وہ وصیت موت کے وقت کے قریب ہوئی ہے اور وصیت

کا دستور اس لئے جاری ہوا کہ بنی آدم میں ملک منازعت کی وجہ سے عارض ہوتی ہے۔ پس جب موت کی وجہ سے اس کا مال سے مستعفی ہونا قریب ہو جاتا ہے تو بہتر یہ ہے کہ جو کچھ اس سے ان میں کوتاہی ہوئی ہے اس کا تدارک ہو جائے اور جن کے حقوق اس پر واجب ہیں ان کے ساتھ ایسے وقت میں نیک سلوک کرے..... میں کہتا ہوں وصیت میں جلدی کرنا بہتر ہے تا کہ وہ اس بات سے بچ جائے کہ اچانک اس کو موت آ گھیرے یا فوری طور پر کوئی حادثہ پیش آ جائے۔ بس اس سے وہ مصلحت فوت ہو جائے جس کا قائم کرنا اس کے نزدیک ضروری تھا اور اس وقت وہ حسرت کرنے لگے۔"(81)

بیان حالت نزع: "جان نکلنے کے وقت میں اس (مریض) کے حق میں دنیا کا اخیر دن اور آخرت کا پہلا دن ہوتا ہے۔ پس اس وقت ضروری ہے کہ اس کو ذکر الٰہی اور توجہ الی اللہ کی طرف رغبت دلانی چاہئے تا کہ اس کی جان، ایمان کے جامہ میں اس دنیا سے مفارقت کرے اور آخرت میں اس کا ثمر اس کو حاصل ہو۔"

"میں کہتا ہوں کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ ایسی حالت میں جبکہ موت اس کو گھیرے ہوئے ہے اس کا اللہ تعالیٰ کی یاد میں اپنے دل کو لگانا اس کے ایمان کی صحت اور دل میں محبت ایمان کے داخل ہونے کی دلیل ہے۔ نیز مرتے وقت اس کا اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ اس کا دل نیکی کے رنگ میں رنگا ہوا ہے۔ پس جو ایسی حالت میں مر گیا تو اس کے لئے جنت واجب ہو گئی۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "اپنے مردوں کو لا الٰہ الا اللہ کی تلقین کیا کرو" اور آپ نے فرمایا "اپنے مرنے والوں کے پاس یٰسین پڑھا کرو۔"(82)

بیان فوت شدن و گریہ وزاری کردن: "اور اہل میت کو اس کی موت سے بہت صدمہ اور غم لاحق ہوتا ہے تو دنیوی اعتبار سے ان کے لئے مصلحت اس میں ہے کہ لوگ ماتم پرسی کے لئے آئیں تا کہ ان کا غم کچھ کم ہو اور میت کے دفن کرانے میں ان کی اعانت کریں اور ان کے لئے اتنا کھانا تیار کر کے دیں جو ان کو ایک دن رات سیر کر دے اور آخرت کے اعتبار سے ان کے لئے بھلائی اس میں ہے کہ ان کو اجر عظیم کی ترغیب دلائی جائے تا کہ ہمہ تن وہ غم میں نہ پڑیں اور توجہ الی اللہ کا دروازہ ان پر کشادہ ہو جائے اور نوحہ کرنے اور گریبان پھاڑنے سے اور تمام ان چیزوں سے منع کیا جائے جو غم اور مصیبت کو یاد دلاتی ہیں اور جو غم اور پریشانی کو زیادہ کرتی ہیں کیونکہ اہل میت اس وقت میں بمنزلہ مریض کے ہوتا ہے۔ اس کو مرض کے علاج کی ضرورت ہے نہ یہ کہ اس کا مرض اور بڑھایا جائے اور اہل جاہلیت نے بہت سی ایسی رسمیں ایجاد کر رکھی تھیں جو شرک کی طرف داعی تھیں اس واسطے مصلحت شرعی کا یہ مقتضی ہوا کہ یہ دروازہ بھی بند کر دیا جائے۔

آپ (نبی کریم ﷺ) نے فرمایا: "جس نے رخساروں کو پیٹا اور گریبان پھاڑے اور جاہلیت کی طرح چیخا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ اس میں راز یہ ہے کہ ان باتوں سے غم بڑھتا ہے..... نیز اہل جاہلیت لوگوں کو دکھانے کے لئے رویا کرتے تھے اور یہ عادت خبیث اور ضرر رساں ہے اس واسطے اس سے لوگوں کو منع کیا گیا اور نبی کریم ﷺ نے نوحہ کرنے والی عورت کے بارے میں فرمایا "قیامت کے روز اس کو کھڑا کیا جائے گا" اس پر قطران کا کرتا اور گندھک کی چادر ہو گی۔"

نبی کریم ﷺ نے ان عورتوں کے بارے میں فرمایا جو جنازے کے پیچھے چلتی تھیں "لوٹ جاؤ تمہارے لئے گناہ ہے نہ ثواب۔" میں کہتا ہوں کہ عورتوں کو اس لئے منع کیا کہ ان کے حاضر ہونے سے شور اور رونے پیٹنے، بے صبری اور بے پردگی کا احتمال ہے۔"(83)

بیان غسل و گور کفن میت: ''نبی کریم ﷺ نے اپنی صاحبزادی زینبؓ کے لئے عورتوں سے کہا تھا'' اس کو طاق طاق نہلاؤ تین مرتبہ یا پانچ مرتبہ یا سات مرتبہ پانی اور بیری کے پتوں سے اور اخیر مرتبہ میں کافور لگاؤ اور فرمایا کہ اس کی دائیں طرف سے شروع کرو اور اس کے وضو کے مواضع سے شروع کرو۔''

''میں کہتا ہوں مردہ کے نہلانے میں اصل یہ ہے کہ اس کو زندہ کے غسل پر قیاس کیا جائے..... اس واسطے میت کی تعظیم میں اس غسل سے بڑھ کر نہلانے کی اور کوئی صورت نہیں۔ بیری کے پتے اور کئی دفعہ دھونے کا اس لئے حکم دیا کہ مرض میں بدن پر میل اور بدبو پیدا ہو جاتی ہے اور اخیر میں کافور لگانے کا اس لئے حکم دیا کہ اس کی تاثیر یہ ہے کہ جس چیز میں اس کو استعمال کیا جاتا ہے وہ جلدی نہیں بگڑتی اور یہ بھی کہتے ہیں کہ اس کے لگانے کا یہ فائدہ ہوتا ہے کہ موذی جانور اس کے قریب نہیں آتا اور دائیں جانب سے شروع کرنے کا اس لئے حکم دیا کہ مردوں کا غسل بمنزلہ زندوں کے غسل کے ہو جائے اور تاکہ ان اعضا کی تعظیم معلوم ہو۔''(84)

بیان تیاری جنازہ: مرد کے حق میں پورا کفن، تہبند، کرتا اور اوپر کی چادر ہے یا حلہ یعنی دو کپڑے ہیں اور عورت کے حق میں پورا کفن ان کپڑوں کے ساتھ کچھ اور بھی ہے کیونکہ اس کے لئے زیادہ ستر مناسب ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''زیادہ قیمتی کفن نہ دو کیونکہ وہ بہت جلد اس سے جدا ہو جائے گا۔'' اس سے افراط و تفریط کے درمیان اعتدال مراد ہے اور یہ کہ زیادہ قیمتی کفن دینے میں جاہلیت کی عادت اختیار نہ کریں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''جنازے کو جلدی لے جاؤ۔''(85)

بیان دفن کردن: ''میں کہتا ہوں اس کا سبب یہ ہے کہ دیر کرنے میں میت کی لاش بگڑ جانے کا اندیشہ ہے اور اس کے قرابت والوں کو بیقراری ہوتی ہے کیونکہ جب وہ میت دیکھیں گے تو ان کو بے چینی ہوگی اور جب وہ ان کی نظروں سے غائب ہو جائے گا تو وہ اور کام میں مشغول ہو جائیں گے۔''

''میں کہتا ہوں کہ جنازے کے ساتھ چلنے کا حکم دینے میں راز یہ ہے کہ اس میں میت کی تعظیم اور اس کے رشتہ داروں کے دلوں کو تسلی ہوتی ہے۔''

''اور نماز جنازہ اس لئے مقرر کی گئی کہ مومنین کے ایک گروہ کا میت کی سفارش کرنے کے واسطے جمع ہونا میت پر رحمت الٰہی نازل ہونے کا بڑا کامل اثر رکھتا ہے۔''

''یہ بات کہ جنازہ کے آگے چلنا چاہئے یا پیچھے اور اس کو چار آدمی اٹھائیں یا دو اور قبر میں پاؤں کی طرف سے اتاریں یا قبلہ کی طرف سے پس اس میں مختار قول یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک کی گنجائش ہے اور ہر امر میں نبی کریم ﷺ سے حدیث یا کوئی اثر مروی ہے۔''(86)

معذرت خواہی: تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو مسائل اربعین (صفحہ 60) و رفاہ المسلمین (صفحہ 85,84)

بیان عدت اور سوگ: جس عورت کا خاوند مر جائے اس کی عدت چار ماہ اور دس دن ہیں اور اس مدت میں اس کو سوگ کرنا واجب ہے اور اس کی کئی وجوہ ہیں۔ ایک یہ ہے کہ جب اس عورت پر یہ بات واجب ہوئی کہ اپنے آپ کو اس مدت تک روکے رہے اور نہ وہ نکاح کرے اور نہ پیغام نکاح بھیجے تاکہ مرنے والے کا نسب محفوظ رہے تو حکمت سیاست

کے نزدیک اس چیز نے اس بات کا تقاضہ کیا کہ اس کو ترک زینت کا حکم دیا جائے کیونکہ زینت کی وجہ سے جانبین سے شہوت کا غلبہ ہوتا ہے اور ایسی حالت میں شہوت کے غلبہ میں بڑی خرابی ہے اور نیز عورت کی وفاداری میں یہ بات ہے کہ خاوند کے مرنے پر غم کرے اور خوشبو نہ لگائے اور زینت نہ کرے اور اس پر سوگ کرے کیونکہ اس سے وفاداری ظاہر ہوتی ہے اور بظاہر یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اس کی نظر اسی پر تھی۔"(87)

بیان چہلم وشمشاہی وغیرہ: شاہ ولی اللہ دہلوی کے پرنواسے شاہ محمد اسحاق نے ان مراسم کا رد کیا ہے۔(88)

بیان قبر و شامیانہ و چراغ و روشنی: اور نبی کریم ﷺ نے حضرت علیؓ کو خاص اس لئے بھیجا تھا کہ کوئی تصویر (مجسمہ) مٹائے بغیر نہ چھوڑیں اور جس قبر کو اونچا دیکھیں اس کو گرا کر زمین کے برابر کر دیں اور قبر کو پختہ کرنے سے اور اس پر عمارت بنانے سے اور اس پر بیٹھنے سے منع فرمایا اور آپ نے نے فرمایا "قبروں کی طرف نماز نہ پڑھو کیونکہ یہ اس بات کا ذریعہ ہے کہ لوگ مقبروں کی پرستش کرنے لگیں اور لوگ ان مقبروں کی اتنی تعظیم کرنے لگیں جس کے وہ مستحق نہیں۔ بس لوگ اپنے دین میں تحریف کر ڈالیں جیسا کہ اہل کتاب نے کیا۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا یہود اور نصاریٰ پر خدا کی لعنت ہو انہوں نے اپنے انبیا کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا اور قبر پر بیٹھنے کے معنی بعض نے یہ بیان کئے ہیں کہ اس سے زیارت کرنے والوں کا قبر پر ٹھہرنا مراد ہے اور بعض نے یہ کہا ہے کہ اس سے قبروں پر پیر و مجاور رکھنا مراد ہے اور اس تقدیر پر میت کی تعظیم ملحوظ ہے۔ پس حق یہ ہے کہ توسط اختیار کرے نہ تو مردہ کی اس قدر تعظیم کرے جو شرک کے قریب ہو اور نہ اس کی اہانت اور اس کے ساتھ عداوت کرے۔"(89)

حواشی

(1) یحییٰ بن یحییٰ مصمودی اندلسی مالکی المتوفی 234ھ۔

(2) ذکر ہذا الحدیث البرزنجی فی الاشاعۃ لاشراط الساعۃ صفحہ 221 (مطبع مصر 1907ء) وقال اخرجہ الحاکم عن انسؓ والشوکانی التوضیح نقلہ نواب صدیق حسن خان فی جمیع الکرامۃ فی آثار القیامہ۔ صفحہ 429 (مطبع شاہجہانی بھوپال 1291ھ)۔

(3) اس حصہ کا اردو ترجمہ دہلی سے بھی شائع ہوا تھا۔ اس پر مترجم کا نام نہ تھا اور وہی ترجمہ انباء سورتی (بمبئی) نے شائع کرایا تھا۔ ہم نے اسی ترجمہ پر فارسی متن کی روشنی میں نظر ثانی کر لی ہے۔ (محمد ایوب قادری)

(4) ملا علی قاری در کتاب خود المصنوع۔ صفحہ 20 (طبع محمدی لاہور) گفتہ لا اصل لہ۔

(5) الجامع الصغیر للسیوطی صفحہ 151 (طبع مصر 1939ء)۔

(6) یعنی خدا کے فرمانبردار سے خوش اور نافرمان سے ناخوش رہنا۔

(7) در مشکوٰۃ۔ باب حفظ اللسان والغیب والشتم بایں لفظ مذکور است "خیار عباد اللہ الذین اذا راؤ ذکر اللہ۔" (الحدیث)

(8) مشکوٰۃ۔ کتاب الایمان فصل اول۔

(9) مشکوٰۃ۔ صفحہ 241 کتاب البیوع۔

(10) مشکوٰۃ۔ باب ذکر اللہ والتقریب الیہ فصل۔

(11) الجامع الصغیر۔ صفحہ 54۔

(12) قاضی ثنا اللہ پانی پتی کی ایک تصنیف کا نام ہے۔

(13) در مشکوٰۃ از ابو ہریرہ روایت است۔

(14) نصیحت حاصل کریں۔

(15) بے ربط و بے دلیل باتیں نہ کرے۔

(16) بے مثال۔

(17) عاجزی کے ساتھ۔

(18) عنوانات کی عبارت مختصر کر دی گئی ہے۔

(19) سوا۔

(20) تحقیق کے ساتھ۔

(21) عزت۔

(22) غافل۔

(23) بکرے کی جنس مراد۔

(24) مسلمان۔

(25) ذبح کرنا۔

(26) مثلاً پیر بخش، مدار بخش، حسین بخش وغیرہ۔

(27) مثلاً غلام غوث، غلام حسین، غلام حسن۔

(28) بچہ کی پیدائش کے چھ روز بعد زچہ اور بچہ نہاتے ہیں۔ نہانے کے لئے عام طور پر بدھ یا پیر کا دن انتخاب کیا جاتا ہے۔ مختلف قسم کی رسمیں ادا کی جاتی ہیں۔ اس تقریب کو چھٹی کہا جاتا ہے۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو رسوم دہلی از سید احمد بریلوی مرتبہ یوسف بخاری دہلوی۔ صفحہ 24,22 (ترقی اردو بورڈ، اردو اکیڈمی سندھ، کراچی 1962ء)

(29) خوشی۔

(30) جب بچہ کا دودھ چھڑایا جاتا ہے تو کھجوریں تلتے ہیں اور تمام رشتہ دار جمع ہوتے ہیں اور وہ کھجوریں بچہ کے سامنے رکھتے ہیں۔ جتنی کھجوریں بچہ اٹھاتا ہے خیال کیا جاتا ہے کہ اتنے ہی دن بچہ ضد کرے گا۔ پھر انعام وغیرہ تقسیم ہوتا ہے۔ ملاحظہ ہو رسوم دہلی صفحہ 47,46۔

(31) چار سال چار ماہ چار دن کی عمر ہونے پر بچہ کی رسم بسم اللہ کی جاتی ہے۔ اس کو دولہا بنایا جاتا ہے اور کسی بزرگ سے بسم اللہ پڑھوائی جاتی ہے۔ شیرینی وغیرہ تقسیم کی جاتی ہے۔ ملاحظہ ہو "رسوم دہلی" صفحہ 53,52۔ اصلاح الرسوم از مولانا اشرف علی تھانوی۔ صفحہ 32 (طبع دوم لکھنؤ) بہشتی زیور حصہ ششم از مولانا اشرف علی تھانوی۔ صفحہ 19 (مطبوعہ مکتبہ برہان دہلی)

(32) عمر۔

(33) ختنہ کے موقعہ پر بھی بچہ کو دولہا بنایا جاتا ہے اور شیرینی وغیرہ تقسیم کی جاتی ہے۔ ملاحظہ ہو "رسوم دہلی" صفحہ 47 - 49

(34) بائیں۔

(35) آگاہ۔

(36) عمل پیرا ہو۔

(37) گواہی۔

(38) ساچق ترکی لفظ ہے۔ حنا بندی کی رسم کو کہتے ہیں۔ اس کو بری بھی کہتے ہیں۔ مختلف قسم کی مٹھائیاں بڑی مقدار میں اور جوڑے وغیرہ دولہا کی طرف سے دلہن کے یہاں جاتے ہیں۔ تفصیل کے لئے دیکھیے ''رسوم دہلی'' صفحہ 90-98 و اصلاح الرسوم۔ صفحہ 49-48

(39) ساچق کے بعد دلہن کی طرف سے دولہا کے یہاں مہندی، مٹھائی اور جوڑے وغیرہ آتے ہیں۔ ملاحظہ ''رسوم دہلی۔'' صفحہ 101-99۔

(40) طریقہ۔

(41) بچہ کی پیدائش تک۔

(42) پابندی۔

(43) پیدائش کے بعد۔

(44) چارپائی کی دونوں بلیوں میں کھپچیاں باندھ کر جو محراب سی بنا دیتے ہیں اسے گہوارہ کہتے ہیں۔

(45) شہدے اور کہار جنازہ اٹھانے کے لئے بلائے جاتے تھے۔ شہدے کی تفصیل کے لئے دیکھئے ''یہ دلی ہے''۔ از یوسف بخاری دہلوی۔ صفحہ 177-184 (سعید اینڈ کمپنی کراچی 1963ء)

(46) اس زمانے میں یہ رواج تھا کہ جنازہ خاص صندوق میں رکھا جاتا تھا اور قبر کے اوپر شامیانہ تانا جاتا تھا اور بسا اوقات جنازہ ہاتھی پر رکھا جاتا تھا (ملاحظہ ہو نواب وقار الملک مولوی مشتاق حسین کا مضمون ''اعتدال'' مشمولہ رسالہ کانفرنس متعلق تمدن و معاشرت (مطبوعہ حمیدیہ اسٹیم پریس لاہور) اور بعض جاگیردار خاندانوں میں ان کے مردے صندوق میں دفن کئے جاتے ہیں۔ شامیانہ تاننے کا رد شاہ محمد اسحاق نے ''ماتہ مسائل'' میں کیا ہے (ملاحظہ ہو ''ماتہ مسائل''۔ صفحہ 71,70)

(47) شاہ محمد اسحاق نے جواب نامہ لکھنے کا رد کیا ہے (ملاحظہ ہو ''ماتہ مسائل'' صفحہ 107,106)

(58) دفن کے بعد ڈھیلوں پر قل ہو اللہ پڑھ کر پھونکتے ہیں اور ان ڈھیلوں سے قبر کو پاٹتے ہیں۔ (نور اللغات جلد سوم از نور الحسن نیر کاکوروی۔ صفحہ 653، جنرل پبلشنگ ہاؤس کراچی)

(49) عاجزی کے ساتھ۔

(50) ارگجا اس مرکب خوشبو کا نام ہے جو برادہ صندل، خشک کافور، عنبر اور عرق گلاب سے تیار کر کے ایک پیالے کے اندر رکھی جاتی ہے۔

(51) نُقل ایک قسم کی شیرینی جس کے اندر پستے یا چنے یا بادام رکھ کر گول گول لڈو بنا دیتے ہیں۔

(51) ارگجے کا پیالہ پھولوں کی بھری ہوئی رکابی میں رکھ کر ہر ایک فاتحہ خواں کے پاس جاتا ہے۔ وہ ایک ایک پھول اٹھا کر اور اس پر سورہ اخلاص پڑھ کر ارگجے کے پیالے میں ڈال دیتا ہے اور یہ سارا سامان معہ چادر گل مردہ کی قبر پر بھیج دیا جاتا ہے۔ ملاحظہ ہو ''رسوم دہلی''۔ صفحہ 163۔

(53) تیجے کو قل، پھول یا سیوم بھی کہتے ہیں۔

(54) مرنے کے دو برس بعد خاص مرنے کی تاریخ پر دیوسے کی رسم ادا کی جاتی ہے۔ اس میں قریبی رشتہ دار، عام طور سے عورتیں جمع ہوتی ہیں، فاتحہ دلائی جاتی ہے اور نیا جوڑا خیرات کیا جاتا ہے۔ ملاحظہ ہو ''رسوم دہلی'' صفحہ 168۔

(55) کوہان۔

(56) نہ سننے والا۔

(57) حجۃ اللہ البالغہ از شاہ ولی اللہ دہلوی (اردو ترجمہ از مولانا عبدالرحیم) حصہ اول صفحہ 345 (قومی کتب خانہ لاہور 1962ء)

(58) ایضاً۔ صفحہ 346۔

(59) ایضاً۔ صفحہ 357۔

(60) ایضاً۔ صفحہ 358۔

(61) ایضاً۔ صفحہ 359۔

(62) ایضاً۔ صفحہ 361۔

(63) ایضاً۔ صفحہ 361۔

(64) ایضاً۔ صفحہ 361-362۔ شرک کے رد میں شاہ ولی اللہ دہلوی کے حفید سعید شاہ اسماعیل (ش 1246ھ۔ 1831ء) کی کتاب ''تقویۃ الایمان'' اور اس خاندان کے دوسرے تربیت یافتہ علما مثلاً مولوی خرم علی بلہوری (ف 1273ھ۔ 1756ء) کی ''نصیحۃ المسلمین'' اور مولوی اولاد حسن قنوجی (ف 1253ھ۔ 8-1837ء) کا رسالہ ''راہ سنت'' وغیرہ خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔

(65) ¦□,,□‡□‰□ اللہ البالغہ از شاہ ولی اللہ دہلوی۔ اردو ترجمہ از مولانا عبدالرحیم۔ حصہ اول صفحہ 306-309-339 (قومی کتب خانہ) لاہور 1962ء۔

(66) ایضاً۔ صفحہ 339۔

(67) ایضاً۔ صفحہ 291

(68) عقد الجید فی احکام الاجتہاد والتقلید (اردو ترجمہ ''سلک مروارید'' از مولانا محمد احسن نانوتوی۔ صفحہ 31 مطبع مجتبائی دہلی 1344ھ)

(69) فیوض الحرمین از شاہ ولی اللہ دہلوی (اردو ترجمہ سعادت کونین) صفحہ 48 (مطبع احمدی دہلی 1307ھ)

(70) ایضاً صفحہ 62, 63

(71) انصاف فی بیان سبب الاختلاف از شاہ ولی اللہ (اردو ترجمہ کشاف از مولانا محمد احسن نانوتوی) صفحہ 71,70 (مطبع مجتبائی دہلی 1307ھ۔ 1889ء) شاہ ولی اللہ کی تصنیفات حجۃ اللہ البالغہ، عقد الجید، انصاف، فیوض الحرمین اور تفہیمات الٰہیہ میں ان کے محتاط مقلد اور حنفی ہونے کی صورت اور واضح صراحت موجود ہے۔ پروفیسر غلام حسین جلبانی (حیدرآباد پاک) نے اپنی کتاب ''شاہ ولی اللہ کی تعلیم''۔ صفحہ 80-83, 92-93 میں اس امر کی وضاحت کی ہے۔ الفرقان'' (بریلی 1359ھ کے) ''شاہ ولی اللہ نمبر'' میں حضرت مولانا خیر محمد جالندھری (خیر المدارس ملتان) اور مولانا محمد یوسف بنوری (مدرسہ اسلامیہ عربیہ' نیو ٹاؤن' کراچی کے مضامین) ''حضرت شاہ ولی اللہ اور تقلید'' اور شاہ ولی اللہ اور حنفیت بھی اس موضوع پر نہایت قابل قدر ہیں۔ مولانا خیر محمد جالندھری والا مضمون نظر ثانی اور اضافہ کے بعد مولانا حافظ محمد علی کاندھلوی' قیم دار العلوم شہابیہ' سالکوٹ نے شاہ ولی اللہ اور تقلید کے نام سے ایک رسالہ کی صورت میں شائع کر دیا ہے۔

(72) حجۃ اللہ البالغہ از شاہ ولی اللہ دہلوی۔ جلد دوم (اردو ترجمہ از مولانا عبدالحق حقانی) صفحہ 412-415 (کارخانہ تجارت کتب کراچی)

(73) وضاحت کے لئے ملاحظہ ہو سائل اربعین فی سنۃ سید المرسلین از شاہ محمد اسحاق (اردو ترجمہ تحفۃ المسلمین از ملا محمد نظام شاہ جہاں پوری۔ مرتبہ محمد مقتدیٰ خان شیروانی۔ صفحہ 17, 18, 20, 21 (علی گڑھ 1959ء)

(74) ملاحظہ ہو حجۃ اللہ البالغہ۔ جلد دوم صفحہ 415, 416, 556 و جلد اول صفحہ 362

(75) وضاحت کے لئے ملاحظہ ہو ''مسائل اربعین''۔ صفحہ 17

(76) حجۃ اللہ البالغہ۔ جلد دوم صفحہ 416-417۔

(77) ''چوں سال پنجم درآمد بمکتب نمشت'' ''جزء اللطیف فی ترجمۃ العبد الضعیف'' مشمولہ ''انفاس العارفین'' از ''شاہ ولی اللہ دہلوی'' صفحہ 194 (مطبوعہ مطبع احمدی واقع دہلی) نیز اس سلسلہ میں اربعین صفحہ 23,22۔

(78) انفاس العارفین۔ صفحہ 194 نیز مزید تفصیل کے لئے دیکھیے ''مسائل اربعین'' صفحہ 24-26

(79) شاہ ولی اللہ لکھتے ہیں ''در صناعت و حرفت آنچہ نیک تر و ضرور تر بہتر باشند اختیار نمائند اگر چہ محتاج نباشند و از آموختن کسے نیک و حرفتے پاک عار نکنند۔'' ملاحظہ ہو۔ چار باب از شاہ ولی اللہ دہلوی۔ صفحہ 41 (مطبع مصطفائی بیت السلطنت لکھنؤ 1257ھ) نیز ملاحظہ ہو حجۃ اللہ البالغہ۔ جلد دوم صفحہ 281 ,435,282

(80) ملاحظہ ہو حجۃ اللہ البالغہ۔ جلد دوم صفحہ 369 ,370 ,382 ,376 و جلد اول صفحہ 275۔ شاہ محمد اسحاق دہلوی نے نکاح کے متعلق انیس (گیارہ تا انیس) بڑی تفصیل سے نقل فرمائے ہیں اور مروجہ رسوم کا رد کیا ہے۔ ملاحظہ ہو مسائل اربعین صفحہ 56,57 اور شادی و غمی کے جملہ مسائل کو مزید توضیح و تشریح کے ساتھ مولوی سعد الدین بدایونی (ف 1283ھ) نے مسائل اربعین کی شرح رفاہ المسلمین میں بیان کیا جاتا ہے۔

(81) ملاحظہ ہو حجۃ اللہ البالغہ جلد دوم صفحہ 340 ,341

(82) ایضاً۔ صفحہ 118

(83) ایضاً۔ صفحہ 110 ,111 ,127 ,128

(84) ایضاً۔ صفحہ 120,121

(85) ایضاً صفحہ 121

(86) ایضاً۔ صفحہ 121 ,123 ,125 ,126

(87) ایضاً۔ صفحہ 407 ,408

(88) ملاحظہ مسائل اربعین صفحہ 6-62 و مآتہ مسائل از شاہ محمد اسحاق (مرتبہ احمد اللہ بن دلیل اللہ انامی) صفحہ 35 ,36 (مطبع نول کشور لکھنؤ 1913ء)

(89) حجۃ اللہ البالغہ جلد دوم صفحہ 126